Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
www.safareadab.com
WEB SPECIAL NOVEL

SHALAL

شلال

عنیزہ گوہر

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
www.safareadab.com

شلال

از قلم عنیزہ گوہر

All Rights Reserved

Copyright: Uneeza Gohar (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

safareadab@gmail.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

شلال کے تمام جملہ حقوق لکھاری "عنیزہ گوہر" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

قسط نمبر:02

باب: حرزِ جاں

زندگی کے کھٹن سفر میں حرزِ جاں کی تلاش بے کار ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اپنا حرزِ جاں خود بننا ہوتا ہے۔

رات کا وقت تھا۔ تیز موسلا دھار بارش برس رہی تھی۔ ہوا کے جھونکے درختوں کی شاخوں سے سرگوشیاں کر رہے تھے اور بادلوں کی گرج میں کوئی پوشیدہ غم کی داستان پنہاں تھی۔

قبرستان کے قریب ایک سیاہ رنگ کی گاڑی خاموشی سے کھڑی تھی۔ آس پاس کسی ذی روح کا گمان تک نہ ہوتا تھا۔

گاڑی کے اندر جھانکو تو ایک نوجوان باہر کے موسم سے بے نیاز، ڈرائیونگ سیٹ پر ٹیک لگائے، آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ گاڑی کے شیشے پر بارش کی بوندیں یوں لگ رہی تھیں جیسے اشکوں کی لڑی ہو جو اس کے دل کی بے کلی کو عیاں کر رہی تھی۔

عذابِ ہجر منالوں اگر اجازت ہو
اک اور زخم میں کھالوں اگر اجازت ہو

گاڑی کے اسٹیریو پر جون ایلیاء کی غزل چل رہی تھی۔ جس کے اشعار بارش کی بوندوں کے سنگم میں مل کر ایک دلگداز سماں باندھ رہے تھے۔

تھکا دیا ہے تمہارے فراق نے مجھ کو
کہیں خود کو گرا لوں اگر اجازت ہو

پچھلے چھ سالوں سے وہ اس قبرستان پر باقاعدگی سے آتا تھا۔ لیکن صرف قبرستان کے باہر ہی، اندر جانے کا حوصلہ اس نے کبھی نہیں کیا تھا۔ وہ جب بھی آتا تھا اس کے اضطراب میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی آتا تھا۔

"میں اس مستقبل کی فکر کیوں کروں جس کے بارے میں، میں خود شیور نہیں ہوں کہ میں اس میں موجود ہوں گی بھی یا نہیں۔"

کسی کے کہے ہوئے الفاظ اس کے دماغ میں گونج رہے تھے جو ہمیشہ اس کی روح کو زخم زخم کرتے، اسے بے چین اور بے قرار کر دیتے تھے۔ ان لفظوں نے کبھی بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا یا شاید اس نے کبھی خود کو ان لفظوں کی زنجیروں سے رہائی دلانے کی کوشش نہ کی تھی۔

"مجھے خوف آتا ہے، مجھے ایسا لگتا ہے اگر میں گھر سے باہر نکلوں گی تو مجھے کچھ ہو جائے گا۔"

اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔

یہ جملہ، اسے آج بھی یہی محسوس ہوتا تھا کہ وہ پاس ہی کہی بیٹھی بول رہی ہے۔ وہ بآسانی اپنے کانوں میں اس کی آواز کی بازگشت کو سن سکتا تھا۔ ماتھے پر بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھیں لال تھیں، جو شب بیداری کا پتہ دے رہی تھیں۔

وہ ماضی میں کھونے لگا، بارش کی آواز، اسٹیریو پر چلتی غزل سب کچھ خاموش ہو گیا۔

اس کے سنیلہ کو پروپوز کرنے سے پہلے

"سو! گرائجویشن کے بعد، آگے کیا کرنے کا ارادہ ہے؟" وہ کولڈرنک کا کین میز پر پڑے رکھتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھی سنیلہ سے مخاطب ہوا۔

وہ دونوں کیمپس کے کیفے ٹیریا میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"جو بابا اور ان کی بیوی چاہے گے۔" سنیلہ زخمی مسکراہٹ کے ساتھ بے نیازی سے بولی۔ کیا کچھ نہ تھا اس کے لہجے میں، شکوے کی کڑواہٹ، تکلیف کی لرزش اور گزرے وقت کی کسک۔

"کم آن، یہ تمہاری زندگی ہے۔ تمہیں پورا حق ہے، اپنے زندگی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا۔"

"حق؟" وہ اس کی جانب دیکھ کر استہزایہ انداز میں مسکرائی۔

"سوچا تھا میں نے بھی۔۔۔ اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے کا لیکن پھر کیا ہو گا۔۔۔ میری سوتیلی ماں میرے بابا کو کہہ کر میری شادی کروادے گیں۔"

وہ اسے ایک نظر دیکھ کر ایک چھوٹی عمر کا ویٹر جو کسی کا آرڈر لے کر جا رہا تھا اس کی جانب دیکھ کر سادہ سے لہجے میں بولی۔

(کیا عمر ہو گی اس بچے کی جو یہ سب کرنے پر مجبور ہو گیا؟ شاید حالات سب کچھ کروا دیتے ہیں) سنیلہ نے سوچا۔

"ضروری تو نہیں۔۔۔ کچھ کیے بغیر تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ جو تم سوچ رہی ہو ویسا ہی ہو گا؟" وہ ماتھے پر بل ڈالے اس کی جانب دیکھ کر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"تم نہیں جانتے میں جانتی ہوں ان کو۔"

سنیلہ نے اس کی جانب دیکھا اور تلخی سے مسکرادی۔

طریقہ خوب ہے کچھ لوگوں کا اپنے دل کی عمیق تہوں میں اٹھتے بگولوں کو چھپانے کے لیے لبوں پر مصنوعی مسکراہٹ سجاتے ہیں۔

"پہلے دور میں لڑکیوں کو کہانیاں سنائی جاتی تھیں کہ جب وہ بڑی ہو جائیں گی تو ایک شہزادہ آئے گا اور انہیں اپنے ساتھ لے جائے گا۔ ان کی زندگی کی ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی اور وہ شہزادہ انہیں ہمیشہ خوش رکھے گا۔ چچ چچ، لڑکیوں کو وقتی خوشی دینے کیلئے جھوٹے خواب نہیں دکھانے چاہئیں۔" اس نے سر دائیں بائیں ہلایا۔

ڈائری والا لڑکا کچھ نہ بولا۔ اس نے سنیلہ کی امبر رنگ کی آنکھوں میں جھانکا وہاں کچھ نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں خالی اور ویران تھیں۔ اس کا چہرہ ہر احساس سے عاری تھا۔

"اب کہانیاں بھی ایڈوانس ہو گئی ہیں۔ اب سکھایا جاتا ہے کہ لڑکیوں کو کسی شہزادے کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ انہیں اپنی کہانی کا شہزادہ خود بننا ہو گا۔ بات صحیح ہے۔ لیکن کیسے یہ کیوں نہیں بتایا جاتا؟"

وہ ماتھے پر جھولتی لٹ کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے ایک سانس میں بولی۔

وہ سادہ طبیعت کی لڑکی تھی۔ چہرے پر میک اپ کے نام پر ہونٹوں پر ٹنٹ لگا ہوا تھا۔ بالوں کی ہائی پونی ٹیل بنائے، وہ مسٹرڈ رنگ کے کرتا سیٹ میں ملبوس تھی۔

"ہر لڑکی کے حالات ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اسی طرح ہر حالات سے نکلنے کی سٹریٹیجی بھی ایک طرح کی نہیں ہوتی۔ جب آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ کی کوشش کرنے کے باوجود بھی آپ کی زندگی میں کچھ نہیں بدلے گا بلکہ الٹا آپ کا نقصان ہی ہو گا تو اپنی زندگی کے ساتھ سمجھوتہ کر لینا چاہیے۔ یہ آپ کے خود کے لیے بھی اچھا ہوتا ہے۔" وہ قدرے مدھم لہجے میں بولی۔

"اسی لیے میری کوئی خاص خواہشات نہیں ہیں۔ میں اپنی زندگی سے خوش نہیں لیکن مطمئن ہوں۔ میں اللہ سے شکوے بھی نہیں کرتی۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ میں اس سے دعائیں نہیں کرتی، کرتی ہوں اس سے کہتی ہوں، بس جس میں تیری رضا ہو، وہ مجھے عطا کر دے۔ اس صبر اور یقین کے ساتھ وقت گزار رہی ہوں کہ ابھی نہیں تو کبھی میری زندگی میں بھی کچھ ایسا ہو گا جو مجھے دلی خوشی دے گا۔" اس نے شانے اچکا کر ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر اس کی جانب دیکھا۔

"شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ہمیں ہر چیز اس فانی دنیا میں مل جائے یہ ضروری نہیں۔"

وہ گہری سانس لے کر بولا۔ اس نے اس کی بات سے اختلاف نہیں کیا۔ وہ اسے سمجھتا تھا، اس لیے اس نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ خود اس بارے میں کیا سوچتا ہے۔

وہ اکثر تبھی اس سے ملنے آتا تھا جب وہ اپنے لیکچرز سے فری ہو جاتی تھی۔ سنیلہ لیکچرز کے ختم ہونے کے بعد بھی تقریباً دو گھنٹے بعد ہی گھر جایا کرتی تھی۔ وہ کیمپس میں ہی تقریباً اپنی اسائنمنٹس اور پریزنٹیشنز کا کام مکمل کر لیتی تھی۔ جبکہ نیمل اکثر لیکچرز ختم ہونے کے بعد ہی چلی جایا کرتی تھی۔ اسی لیے نیمل کی کبھی بھی اس لڑکے سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس نے سنیلہ سے کافی بار اس کا تذکرہ سنا تھا۔

وہ دھیما سا مسکرائی پھر کچھ توقف کے بعد فضا میں اڑتے ایک کبوتر کی جانب دیکھ کر بولی۔ "اس کبوتر کو دیکھ رہے ہو؟" ڈائری والے لڑکے نے بھی اس کبوتر کو دیکھ کر، اس کی جانب دیکھا۔

سنیلہ ڈائری والے لڑکے کی جانب دیکھ کر بولی۔ "قید میں رہنے والے کبوتروں کی فطرت بھی عجیب ہوتی ہے۔ ان کا مالک انہیں آزاد بھی کر دے تو یہ آزاد فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے بھی اپنے آشیانے کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ ان کے دلوں میں اس قید کا سکون بسا ہوتا ہے۔ ان کے اندر سے آزادی کی رمق سرے سے ناپید ہو جاتی ہے۔ وہ خود کو قید میں زیادہ محفوظ تصور کرتے ہیں۔"

وہ کچھ دیر کے لیے رکی اور گردن جھکا کر میز پر ناخن سے کچھ کھرچتے ہوئے مدھم آواز میں بولی۔

"پہلے میں بھی خود کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی۔ آزاد ہونا چاہتی تھی۔ لیکن اب۔۔۔ مجھے خوف آتا ہے ۔۔۔ مجھے ایسا لگتا ہے اگر میں گھر سے باہر نکلوں گی تو مجھے کچھ ہو جائے گا۔"

وہ یکدم ماضی کی یادوں سے باہر آیا۔ ایک جملہ جو اسے ماضی کے تاریک بھنور میں لے جاتا تھا، اسی جملے کی اذیت کو برداشت نہ کرتے ہوئے وہ ماضی کے چاک سے باہر نکل آتا تھا۔

اس اذیت کی حدت اتنی جانگداز ہوتی تھی کہ اسے کسی آلے سے بھی ناپا نہیں جا سکتا تھا۔

وہ تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں موند کر ڈرائیونگ سیٹ پر سر ڈھلکا گیا۔

"تم تو بڑی بے مروت نکلی یار، وعدہ نبھائے بغیر ہی چلی گئی۔" اس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

اور پھر ان لوگوں کو کہاں ڈھونڈا جائے جو موجود ہی نہیں ہوتے، جو چلے جائے تو مڑ کر نہیں لوٹتے؟

برائے نام بنام شب وصال یہاں
شبِ فراق منالوں اگر اجازت ہو

بارش ہنوز برس رہی تھی۔ اسٹیریو پر غزل بھی چل رہی تھی۔

✧✧✧✧✧✧✧✧✧✧

موجودہ وقت

جیسے ہی ضارب نے پھولوں کو ایک خاص پیٹرن میں ترتیب دیا تو کلک کی آواز سے ایک الماری کھسک کر باہر آئی تھی۔ یہ الماری گرینڈ ہال میں دو بڑی کھڑکیوں کے درمیان ایک دھنسے ہوئے حصے میں واقع تھی۔

یہ حصہ نفیس کندہ کاریوں سے سجا ہوا تھا۔ الماری گہری لکڑی کی بنی ہوئی تھی اور اس حصے کی پوری اونچائی تک پھیلی ہوئی تھی، جس سے یہ ایک مستقل جزو کی مانند معلوم ہوتی تھی۔

"یہ لاکڈ ہے۔" آفیسر ضارب نے الماری کا باریک بینی سے جائزہ لیتے ہوئے انہیں دیکھ کر کہا۔

پہلی تفتیشی ٹیم نے گلدان کو نظر انداز کر دیا تھا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ محض ایک ڈیکوریشن پیس ہے اور وہ اس معمولی سراغ کو نظر انداز کر گئے تھے۔ لیکن آفیسر ضارب ، جو باریکیوں کو پہچاننے اور نباتیات کا تھوڑا بہت علم رکھتا تھا، اس نے یونہی پھولوں کی غیر معمولی ترتیب کو دیکھ کر انہیں نایاب آرکڈ کے نمونے کے مطابق دوبارہ ترتیب دیا تھا۔

"ہمم! یہ 7 ڈیجٹس کوڈ سے کھلے گا۔" ایجنٹ ایلا نے بھی الماری پر لگے سیسٹم کا جائزہ لیا۔

"یہ اس طرح کا سیسٹم ہے اگر ہم نے اسے توڑنے کی کوشش کی تو اندر جو کچھ بھی موجود ہے، جس کا ہمیں نہیں پتہ وہ سب تباہ ہو جائے گا۔" آفیسر ضارب نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے شانے اچکائے۔

"پاسورڈ بھی صرف ایک بار ہی اینٹر کیا جا سکتا ہے جو کہ صحیح ہونا چاہیے، غلط ہونے کی صورت میں بھی اندر موجود چیزیں تباہ ہو سکتی ہیں۔" ایجنٹ ایلا نے لب دبائے۔

"اندر کیا ہو سکتا ہے؟ کوئی کمرہ؟ اسلحہ؟ ڈرگز؟ آخر وکٹم کو یہ خفیہ چیز بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟" حیرت میں ڈوبی آواز ایجنٹ میشاء کی جانب سے آئی۔

"ہمیں کیسے پتہ ہو سکتا ہے، ایجنٹ میشاء؟ ہم بھی آپ کے ساتھ ہی آئیں ہیں۔" ایجنٹ نہیان نے دھیمے لہجے میں قدرے جھک کر ایجنٹ میشاء سے کہا۔ ایجنٹ میشاء نے اسے گھور کر دیکھا۔ "ایسا میں نہیں، ایجنٹ ایلا کہتیں اگر وہ آپ کی بات کو غور سے سنتیں۔"

ایجنٹ نہیان مسکراہٹ دبائے ایجنٹ ایلا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا جو آفیسر ضارب کے ساتھ کچھ ڈسکس کر رہی تھی اور سیدھا ہو گیا۔

ایجنٹ میشاء ان سب سے جونیئر تھی۔ لہٰذا اکثر چھوٹی موٹی غلطیوں پر ایجنٹ ایلا اسے قدرے سختی سے سرزنش کرتی تھی۔ اسی وجہ سے ایجنٹ میشاء، ایجنٹ ایلا کو "فیئسسٹی ایلا" کہتی تھی۔ اس بات کا ایجنٹ ایلا کے علاوہ تقریباً سب کو پتا تھا۔ بقول ایجنٹ میشاء کے، "ایجنٹ ایلا ہمیشہ غصے سے بھری رہتی ہیں۔"

"اس جگہ کو سیل کرواں ہو گا۔ جب تک ہم اسے کھولنے کا طریقہ نہیں ڈھونڈ لیتے، ہمارے علاوہ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔" کچھ توقف کے بعد آفیسر ضارب ان سب سے مخاطب ہو کر قدرے اونچی آواز میں بولا۔

"سروکٹم کی لاش بھی اسی ایریا میں پڑی ملی تھی۔ کیا ایسا ہے کہ کلپرٹ ہمیں اس خفیہ چیز کے بارے میں بتانا چاہتا ہو؟" ایجنٹ مشاء متانت سے بولی۔

"لیکن، کلپرٹ کیوں چاہے گا کہ ہمیں اس چیز کے بارے میں پتہ چلے؟" ایجنٹ نہیان نے سب کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"یقیناً یہ اتفاق نہیں ہو سکتا، اس بارے میں بات کریں گے۔ فی الحال ڈاکٹر رحیم مجھ سے اور ایجنٹ ایلا سے ملنا چاہتے ہیں۔ ہمیں چلنا ہو گا۔" آفیسر ضارب موبائل میں ڈاکٹر رحیم کا میسج دیکھتے ہوئے سرسری لہجے میں بولا۔

ساری ٹیم مینشن سے باہر نکل گئی تھی۔

ایجنٹ ایلا، میشاء، نہیان اور آفیسر ضارب بھی ایک ساتھ مینشن سے باہر نکل رہے تھے۔

"ویسے۔۔۔ ایجنٹ ایلا، میں نے سنا ہے کہ آپ اکیلی ہی نامعلوم شخص سے ملنے گودام میں چلی گئی تھیں؟" ایجنٹ نہیان کی زبان میں کھجلی ہوئی تھی۔ وہ داڑھی کھجاتے ہوئے شوخی سے بولا۔

ساتھ ہی سب چلتے چلتے آگے کی جانب بڑھ رہے تھے۔

"کیوں میں اکیلی نہیں جا سکتی کیا؟ کیا آپ کو میری صلاحیتوں پر شک ہے، ایجنٹ نہیان؟"

ایلا نے پہلے گھور کر آفیسر ضارب کو دیکھا پھر اس کی جانب متوجہ ہو کر سنجیدگی سے بولی۔

"نہیں، میرا مطلب ہے وہاں کوئی خطرہ ہو سکتا تھا۔ اگر کوئی آپ کو کچھ کہہ۔۔۔

"اوّل تو میں کسی کو کچھ کہتی نہیں ہوں۔ اگر کوئی مجھے کچھ کہے تو میں اسے کچھ کہنے کے قابل نہیں چھوڑتی۔"

ایجنٹ ایلا اس کی بات کاٹ کر دوٹوک انداز میں بول کر آگے بڑھ گئی۔

"جب آپ کو پتا ہے "فیئسٹی ایلا" ہر ایک کی بولتی بند کر دیتی ہیں تو آپ ان سے الجھنے سے باز کیوں نہیں آتے؟"

ایجنٹ ایلا کے آگے بڑھتے ہی ایجنٹ میشاء شرارتی انداز میں ایجنٹ نہیان سے مخاطب ہوئی۔

"مجھے خطروں سے کھیلنے کا شوق ہے۔" ایجنٹ نہیان نے ایک آنکھ دبا کر شانے اچکائے۔

آفیسر ضارب نے بھی مسکرا کر سر دائیں بائیں ہلایا جیسے اس کا کچھ نہیں ہو سکتا۔

آفیسر ضارب اور ایجنٹ ایلا کی ٹیم بذات خود پہلی بار اس مینشن کی چھان بین کرنے آئے تھے اور کچھ مشکوک چیز تلاش کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے تھے۔

✧✧✧✧✧✧✧✧✧✧

فورینزک لیب ایک صاف ستھری اور پُر سکون جگہ تھی۔ جہاں قطار در قطار جدید ورک سٹیشن اور جدید ڈیوائسز خاموشی سے مصروف عمل تھیں۔ فضا میں کیمیکلز کی ہلکی سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ جبکہ تجزیہ کار احتیاط سے میگنفائنگ شیشوں اور مائکرو اسکوپ کے نیچے شواہدوں کو جانچ رہے تھے۔

"میری ٹیم نے آئی ٹی ایکسپرٹ کے ساتھ مل کر اس سیسٹم کا تجزیہ کیا ہے۔ اس سیسٹم کو "سیکیور کور والٹ" کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے لاکرز کا استعمال اکثر حساس یا قیمتی اشیاء جیسے اہم دستاویزات، قیمتی اثاثوں یا خطرناک مواد کو محفوظ کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔"

ڈاکٹر رحیم (فورینزک لیب کے انچارج) ہاتھوں کو حرکت میں لا کر سمجھانے والے انداز میں متانت سے بول رہے تھے۔

ڈاکٹر رحیم ایک تیس سالہ مرد تھے۔ جو ایک محتاط، شاندار اور انٹروورٹڈ شخصیت کے حامل تھے۔ وہ خاموش اعتماد اور تیز تجزیاتی ذہن رکھتے تھے۔

فورینزک لیب کے ایک پر سکون گوشے میں کرسیوں پر ایجنٹ ایلا، آفیسر ضارب اور ڈاکٹر رحیم آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ آفیسر ضارب نے پہلے ہی اس سیسٹم کے بارے میں ڈاکٹر رحیم کو مطلع کر دیا تھا اور ساتھ ہی ان کے کہنے پر اس سیسٹم کا سیمپل فورینزک لیب بھجوا دیا تھا۔

"ساتھ ہی ہم نے اس الماری کے ہینڈل پر ایک نایاب مرکب پایا ہے جو کہ Titanium dioxide اور Cerium oxide کا خاص امتزاج ہے۔ یہ عام طور پر اعلیٰ سیکیورٹی میں استعمال ہوتا ہے جیسے خفیہ حکومتی اداروں میں۔"

اب کے ڈاکٹر رحیم ان کی جانب دیکھ کر قدرے اُستاہ کے ساتھ بولے۔

"یہ کس قسم کی انکرپشن ہے؟" آفیسر ضارب نے ماتھے پر بل ڈالے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

انکرپشن ایک ایسا عمل ہوتا ہے جس میں معلومات کو غیر مجاز رسائی سے محفوظ رکھنے کے لیے کوڈ میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

"یہ پیچیدہ انکرپشن ہے، جس میں سمیٹرک کرپٹوگرافی شامل ہیں۔ مثال کے طور پر فرض کریں کہ ایک دروازہ ہے جسے کھولنے اور بند کرنے کے لیے ایک کوڈ استعمال ہوتا ہے۔ یہ کوڈ سمیٹرک کرپٹوگرافی پر مبنی

ہے یعنی اسی کوڈ کے ذریعے دروازہ انکرپٹ (بند) اور ڈیکرپٹ (کھول) کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی کے پاس یہ کوڈ ہے تو وہ دروازے کو کھول اور بند کر سکتا ہے۔ یہی کوڈ دونوں کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جس نے بھی یہ الماری بنائی ہے، اس نے اندر موجود مواد کو مکمل طور پر خفیہ رکھنے کی کوشش کی ہے۔"

ڈاکٹر رحیم کچھ توقف کے بعد سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

"کیا آپ اس کوڈ کو کریک کر سکتے ہیں؟ ہمیں معلوم کرنا ہے کہ اس الماری کے اندر کیا ہے۔"

ایجنٹ ایلا نے زبان سے ہونٹ تر کر کے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"ہم کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن یہ بہت پیچیدہ نظام لگتا ہے۔" ڈاکٹر رحیم تسلی دینے والے انداز میں بولے۔

"نجانے اتنی حفاظت سے کیا چھپا کر رکھا کر ہوا ہے اندر۔" آفیسر ضارب بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے دھیمی آواز میں بڑبڑایا تھا۔

"اور ہاں، جس بات کے لیے تم لوگوں کو بلایا تھا وہ تو رہ گئی۔" کچھ توقف کے بعد وہ سر کھجاتے ہوئے بولے۔

"دراصل، وکٹم کی باڈی کا پوسٹ مارٹم کرنے کی اجازت نہیں مل رہی۔ الٹا ڈیپارٹمنٹ پر سوال اٹھایا جا رہا ہے کہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے لوگ اتنے بھی قابل نہیں ہے کہ وکٹم کی باڈی کا پوسٹ مارٹم کیے بغیر کیس کو حل کر سکیں۔"

انہوں نے تھوڑا بیزاری سے کہہ کر شانے اچکائے۔

"ٹھیک ہے، پوسٹ مارٹم نہ سہی، ہم شواہد کی بنیاد پر کیس حل کریں گے۔ ہماری قابلیت پر سوال اٹھانے والوں کو دکھا دیں کہ ہم ہر چیلنج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔"

کچھ دیر خاموشی رہنے کے بعد ایجنٹ ایلا بے نیازی سے بولی۔

پھر اس نے آفیسر ضارب کی جانب دیکھا تو اس نے بھی پلکیں جھپک کر اس کی بات سے اتفاق کیا۔

* * *

اسلام آباد

اسلام آباد کی دوپہر میں، مرگلہ کی پہاڑیاں دھوپ کی نرم چادر میں لپٹی ہوئی تھیں۔ آہستگی سے چلتی ہواؤں میں گلاب کی میٹھی سی مہک گھلی ہوئی تھی۔

اس ہوا کا پیچھا کرتے ہوئے ہم ایک خوبصورت گھر میں جائیں تو ایک لڑکی گلاب کے پھولوں کو نہایت محبت اور نزاکت سے ڈائننگ ٹیبل پر گلدان میں ترتیب دے رہی تھی۔ یہ ڈائننگ کچن کے قریب تھی۔ کمرے کی فضا میں تازگی اور مسرت کی لہر دوڑ رہی تھی اور دیواروں پر آویزاں فن پارے روشنی میں چمک رہے تھے۔ ہر کونے میں رکھے فرنیچر کی خوشبو اور کھڑکیوں سے آتی نرم روشنی منظر کو اور بھی دلکش بنا رہی تھی۔

"کیا پورے لاہور میں یونیورسٹیز کی کمی پڑ گئی تھی جو میں نے اسلام آباد کی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔" تئیس سالہ ہنزلہ اپنی سیاہ آنکھوں میں بیزاری لیے اناڑیوں کی مانند ٹماٹر کاٹتے ہوئے خود کلامی کرتے ہوئے بڑبڑایا۔ وہ ڈائننگ ٹیبل کی سربراہی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"بڑبڑاؤ مت، جلدی کرو مجھے سالاد بنانا ہے۔"

عدیوا پھولوں کو ترتیب دے کر ہاتھ جھاڑتے ہوئے اس کی جانب دیکھ کر ایک وقار بے نیازی سے، حاکمانہ انداز میں بولی۔

"میں کوئی ایکسپرٹ نہیں ہوں جو جلدی سے کروں۔" وہ عجیب سامنہ بنا کر اسے دیکھے بغیر بیزاری سے بولا تھا۔

"فکر نہ کرو، میں تمہیں ایکسپرٹ بنا دوں گی۔ کل کلاں کو جب تمہاری شادی ہو گی تو تمہاری بیوی مجھے دعائیں دے گی۔"

کچن کی جانب بڑھتے ہوئے اس کے قدم رکے، گردن موڑ کر عدیوا نے اپنے بھائی کی طرح کی بھوری آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر چڑانے والے انداز میں بول کر اپنے کندھوں تک آتے بالوں کو ایک ادا سے جھٹک کر کچن کی جانب بڑھ گئی۔ وہ خوبصورت نقوش کی لڑکی بلکل ایک گڑیا کی مانند لگتی تھی۔

"یا اللہ کہاں پھنس گیا ہوں۔" اس کے جاتے ہی وہ چھری کو میز پر زور سے پٹخ کر بڑبڑایا۔ نجانے اسے کیا سوجی تھی یہ خالص اس کا فیصلہ تھا کہ وہ اسلام آباد کی یونیورسٹی سے ایم بی بی ایس کرے گا۔ اسلام آباد آنے کے ایک سال بعد ہی وہ اپنے فیصلے پر پچھتانے لگا تھا۔ کیونکہ عدیوا ہر وقت اس پر کڑی نظر رکھتی تھی اور اس کی ہر بات نیمل کو بتاتی تھی۔

"مجھے آواز آ گئی ہے۔" عدیوا نے کچن سے ہانک لگائی۔

"بس اس سے زیادہ مجھ سے نہیں ہو گا۔" اس نے ہاتھ کھڑے کیے۔

عدیوا کچن سے باہر آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک البم تھا۔ اس نے قریب جا کر کٹے ہوئے ٹماٹروں کو دیکھا تو وہ سلاد کے لیے تو کہی سے بھی موزوں نہ لگے۔

"یہ۔۔۔ یہ تم نے کیا، کیا؟ ٹماٹروں کی کھیچری بنا دی۔" وہ ابرے سکیڑے حیرت سے کبھی اسے اور کبھی ٹماٹروں کی اس عجیب و غریب شکل کو دیکھ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ٹماٹروں کے ساتھ جنگ لڑی گئی تھی۔

"ہائے میرے ٹماٹر۔" وہ البم کو میز پر رکھ کر ڈھنے والے انداز میں سر پکڑ کر اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

دراصل عتیقہ بیگم (ضارب اور عدیوا کی والدہ) کسی رشتہ دار سے ملنے کے لیے گئی ہوئی تھیں۔ لہٰذا عدیوا نے سوچا تھا کہ وہ ان کے آنے سے پہلے ہی لنچ تیار کر لے گی۔

"کیا واقعی؟" اس کا چہرہ کھل اٹھا وہ ایک دم جوش سے بولا۔

"یعنی ہنزلہ دی گریٹ شیف جو ابھی پانچ منٹ پہلے ہی بنا ہے اس نے شیف بنتے ہی ایک نئی ڈش 'ٹماٹروں کی کھچڑی' ایجاد کر دی۔ جسٹ واؤ۔"

وہ مزے سے بچوں جیسے انداز میں بولا۔

عدیوا کو ٹماٹروں کے دکھ میں ایسی حالت میں بیٹھا دیکھ کر اسے موقع مل گیا اسے چڑانے کا، وہ اسے دھمکی دے رہی تھی کہ اگر وہ اسے ٹماٹر کاٹ کر نہیں دے گا تو وہ نیمل آپی کو بتا دے گی کہ وہ اکثر یونیورسٹی میں کلاسز بنک کرتا ہے۔ دونوں ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے تھے، لیکن عدیوا اس سے جونیئر تھی۔

"آہاں ٹماٹر بڑے مزیدار۔" وہ ٹماٹر کا تھوڑا سا پیس منہ میں ڈال کر مزے سے گنگنایا۔

(اب کبھی مجھے کوئی کام نہیں کہے گی) وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔

وہ دونوں نہیں بدلے تھے۔ چھ سال گزرنے کے باوجود آج بھی ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔

"ہنہ، ٹماٹروں کا کچومر بنانے سے شیف کون بنتا ہے۔" عدیوا مدھم آواز میں بڑبڑائی۔

اس نے آنکھیں گھما کر سر جھٹکا وہ اس سے مزید بحث نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے پاس پڑی البم کھولی جو وہ اپنے کمرے سے کیچن میں لے گئی تھی۔

"یہ دیکھو بچپن میں تم کتنے کیوٹ تھے اور اب۔۔۔"

وہ البم میں موجود اس کی کوئی پرانی تصویر اسے دیکھاتے ہوئے بولی جو شاید لاہور میں کھینچی گئی تھی اور اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

وہ تصویروں کو دیکھنے میں اتنا کھو گئی تھی کہ سب کچھ بھول گئی تھی۔ وہ ایسی ہی تھی کسی بھی چیز کو زیادہ دیر سر پر سوار نہیں کرتی تھی۔ اسے یہ تصویریں اپنے موبائل میں محفوظ کرنی تھیں، اسی لیے وہ البم کھولے بیٹھی تھی۔

"یہ دیکھو تم پہلے بھی زہر تھی، اب بھی زہر ہو۔" وہ اس کی بات کو سمجھ گیا تھا اسی لیے البم میں موجود اس کی تصویر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے جل کر بولا۔

"ہنہ آیا بڑا شریف۔" وہ اسے دیکھ کر منہ بنا کر بولی۔

"ہاں تو شریف لڑکا ہی۔۔۔

یکدم لبوں پر آئے الفاظ منجمد ہو گئے۔ شریف؟ کیا وہ واقعی شریف تھا؟ ماضی کی کوئی تلخ یاد دل میں زہر گھولنے لگی۔ ساتھ ہی وجود کو جھنجھوڑنے لگی۔

اتنے میں عدیوا اٹھ کر کچن کی جانب چلی گئی۔

وہ وہی ساکت بیٹھا رہا۔ ماضی کا ایک واقعہ ذہن میں فلم کی طرح ابھرنے لگا۔

وہ خود کو دیکھ سکتا تھا، اس کے چہرے پر سرجیکل ماسک تھا۔ وہ ایک گاڑی میں پسنجر سیٹ پر اپنے تین دوستوں کے ساتھ براجمان تھا۔

رات کا وقت تھا، گاڑی سڑک پر تیزی سے رواں دواں تھی۔

اچانک ان کی گاڑی سے سامنے سے آتی ہوئی ایک گاڑی ٹکرائی۔

ہنزلہ نے اپنے سامنے گاڑی میں بیٹھے شخص کو دیکھ کر اپنے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے دوست کو کہا، "یہ وہی ہے".

اس کے دوست نے اثبات میں سر ہلایا اور سارے دوست گاڑی سے باہر نکل گئے۔

سامنے والی گاڑی سے بھی ایک شخص باہر نکلا۔

ہنزلہ اور اس کے دوستوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اپنے ہاتھوں میں موجود بلوں اور ہاکیوں سے اس شخص پر وار شروع کر دیے۔

وہ کہتا رہا، چلاتا رہا کہ میرا کیا قصور ہے؟ مجھے کیوں مار رہے ہو؟ لیکن ان چاروں کو اس پر رحم نہ آیا۔

اسے نیم مردہ کر کے ہی چھوڑا۔

وہ شخص ان چاروں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ آس پاس اکا دکا لوگ ہی تھے وہ بھی اس کی مدد کے لیے نہیں آئے۔

ہنزلہ اور اس کے دوستوں نے اس کے زمین پر پڑے وجود پر جوتوں سے ٹھوکر ماری اور ارد گرد دیکھ کر گاڑی میں بیٹھ کر فوراً وہاں سے رفو چکر ہو گئے۔

وہ وجود وہی تڑپتا رہا۔

کون تھا وہ شخص؟ وہ شخص عارش تھا۔ ہاں، عارش زہیر۔ یہ واقع صالک صاحب کی وفات سے پہلے کا تھا۔ اس کی بہن کے ساتھ جو ہوا وہ اسے چین سے بیٹھنے نہ دیتا تھا۔ اس نے عارش زہیر سے اپنی بہن کا بدلہ لیا تھا۔ کیا عمر تھی اس کی اس وقت؟ فقط سترہ سال۔ وہ جذبات کی طغیانی میں بہک گیا تھا۔ اس کی روح میں انتقام کی آگ اسے بھڑکانے لگی تھی۔ پھر اپنے دل کی گہرائیوں میں چلتی بدلے کی آوازوں پر عمل کر کے وہ یہ غیر معقول حرکت کر چکا تھا۔

صالک صاحب کی وفات کے بعد اسے احساس ہوا۔ جو وہ کر چکا تھا، انتہائی غلط تھا۔ وہ کون ہوتا تھا کسی سے بدلہ لینے والا؟ یہ تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اگر بابا کو پتا چلتا تو انہیں کتنا دکھ ہوتا؟ کیا یہ ان کی تربیت تھی؟

اتنے سالوں میں اس نے سکھ لیا تھا کہ انتقام کی راہ اختیار کرنا مناسب نہیں۔ ہر امر کو تقدیر کے فیصلے پر چھوڑ دینا چاہیے کہ ربِ کریم کی تدبیر ہی سب سے بہتر ہوتی ہے۔

لیکن ضمیر کی تپش سے کیسے بچا جائے جو ہر پل دل کو جھنجھوڑتا رہتا تھا؟

اس نے گہری سانس لی اور تھکے ہوئے ذہن کے ساتھ اٹھ کر اس کمرے کی جانب چل پڑا جہاں وہ اسلام آباد آنے کے بعد سے رہ رہا تھا۔

* * *

لاہور

لاہور کی رات کا منظر یوں تھا کہ تاریک آسمان پر چمکتے ستارے چاندنی کی روشنی میں مدھم پڑ رہے تھے اور چاند کی نرم کرنیں بادشاہی مسجد کے میناروں پر سرک رہی تھیں۔ شب کی خاموشی باغِ جناح کے درختوں میں گہرائی سے گونج رہی تھی۔

وہی ایک بلڈنگ میں ایک لڑکی چمکدار لونگ بوٹس کی ٹک ٹک کی آواز کے ساتھ ایک ہاتھ میں گلاب کے پھولوں کا خوبصورت سا گلدستہ تھامے ایلیویٹر کی جانب بڑھ رہی تھی۔

اسی بلڈنگ کے ایک فلیٹ کے لاؤنج میں دیکھو تو ایک فیروزی رنگ کے یو شیپ صوفے پر ایجنٹ نہیان، ایجنٹ میشاء اور آفیسر ضارب بیٹھے ہوئے تھے۔

"ویسے آفیسر ضارب اس بار آپ ایجنٹ ایلا کے ساتھ اس کیس کو ڈیل کرنے میں کافی خاموشی اور تحمل کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔"

ایجنٹ میشاء شریر لہجے میں بولی۔ وہ صوفے کے ایک کونے میں گود میں خوبصورت ایمبرویڈری والا سفید رنگ کا کشن رکھے، ریلکس انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔

اب اس لڑکی نے ایلیویٹر سے نکل کر اپنی کلائی میں پہنی گھڑی کی جانب دیکھا اور ایک فلیٹ کی طرف چل پڑی۔

"ایجنٹ ایلا کے ساتھ کام کرنے کے لیے بہت تحمل، برداشت، صبر اور نہ جانے کن کن چیزوں کی ضرورت درکار ہوتی ہے جو کہ میں کر رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے یہ کیس بغیر کسی بدمزگی کے حل کرنا ہے۔"

صوفے سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ضارب یزدان نے دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ کر شانے اچکائے۔

"ایسا بھی نہیں ہے۔۔۔ خاصی سویٹ ہیں، ایجنٹ ایلا۔" اب کی بار ایجنٹ نہیان بشاشت سے بولا۔

"رہنے دے، زیادہ طنز کے تیر وہ آپ پر ہی چلاتی ہیں۔" ایجنٹ میشاء گویا مزاق اڑانے والے انداز میں بولی۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا دروازے پر بیل بجی۔ ایجنٹ نہیان اٹھ کر دیکھنے چلا گیا۔

اس نے جب دروازہ کھولا تو ایجنٹ ایلا کا چہرہ دروازے کے فریم میں نمودار ہوا۔

وہ لاونڈر رنگ کے لانگ فراک میں ملبوس تھی جو اس کی بنفشی آنکھوں کے ساتھ خوب جچ رہا تھا۔ بالوں کا سائیڈ پف نکالے پیچھے سے میسی سا بن بنا ہوا تھا۔ چہرے پر میک اپ کے نام پر ہونٹوں پر سرخ رنگ کی لپ اسٹک لگی ہوئی تھی۔ ایجنٹ ایلا کو ہر چیز سے زیادہ سرخ رنگ کی لپ اسٹک عزیز تھی۔ وہ کچھ کرے نہ

کرے سرخ رنگ کی لپ اسٹک لگانا کبھی نہیں بھولتی تھی۔ کانوں میں لاونڈر رنگ کے پرل کے ٹوپس پہنے ہوئے تھے۔ اس کی سادہ مگر دلکش زیبائش، اس کی شاندار شخصیت کی جھلک دکھا رہی تھی۔

ایجنٹ نہیان نے مسکرا کر اسے اندر آنے کا کہا۔ ایجنٹ ایلا نے پھولوں کا گلدستہ اس کے حوالے کیا اور ایک باوقار چال چلتے ہوئے اس کی تقلید میں لاؤنج میں داخل ہوئی۔

اس کے آتے ہی آفیسر ضارب اور ایجنٹ میشاء سیدھے ہوئے اور خوشگواریت سے اس سے ملے۔ ایجنٹ ایلا، ایجنٹ میشاء کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔

"مجھے افسوس سے کہنا پڑے گا، اتنی قابل ایجنٹ وقت کی زرا بھی پابند نہیں ہیں۔ چچ چچ"

اس کے بیٹھتے ہی ایجنٹ نہیان اس کے لیٹ آنے پر طنز کرتے ہوئے مخر انداز میں بولا اور افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا۔

"ایجنٹ نہیان، میں اکثر ان جگہوں پر اس وقت پہنچتی ہوں جب لوگوں کو میرے آنے کی امید نہیں ہوتی۔" وہ قدرے آگے کی جانب جھک کر دل جلا دینے والی مسکراہٹ سے گویا ہوئی۔ "مجھے لوگوں کی امیدوں پر پورا نہ اترنا اچھا لگتا ہے۔" اب کے پیچھے صوفے کے ساتھ ٹیک لگا کر مزے سے بولی۔

ایجنٹ میشاء کو زبردست اچھو لگا۔ اس نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کی بھرپور کوشش کی اور ساتھ ہی ایجنٹ نہیان کو ان نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔ "ایجنٹ ایلا تو سویٹ ہے نا؟"۔ ایجنٹ نہیان ایسے بیٹھا تھا جیسے اسے کوئی فرق نہ پڑا ہو۔ البتہ آفیسر ضارب ان کی باتوں سے بے نیاز تھا۔

"ایجنٹ نہیان کچھ کھانے کو بھی دے، اب بہت بھوک لگ رہی ہے؟" کچھ توقف کے بعد ایجنٹ میشاء دہائی دیتے ہوئے بولی۔

وہ لوگ کب سے ایجنٹ ایلا کا ہی انتظار کر رہے تھے۔ آج ایجنٹ نہیان نے انہیں اپنے فلیٹ میں انوائیٹ کیا تھا۔ بقول اُس کے، مصروف زندگی کی ہنگامہ خیزی میں کچھ پلوں کو طمانیت اور سرور سے بھی جینا چاہیے۔

"شیور۔" اس نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔

"میں بھی تمہاری مدد کرواتا ہوں۔" آفیسر ضارب بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

ایجنٹ نہیان اس فلیٹ میں اکیلا رہتا تھا۔ یہ فلیٹ خوبصورتی اور نفاست میں اپنی مثال آپ تھا۔ وہ ایجنٹ اپنے پیشن سے بنا تھا۔ اس کے گھر والے کراچی میں مقیم تھے۔

اس وقت وہ نیلے رنگ کی جینز میں ملبوس تھا جس کے اوپر سفید رنگ کی انر اور بھورے رنگ کی چمڑے کی جیکٹ زیب تن کیے ہوئے تھا، جیکٹ کی زیپ کھلی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی گردن میں ایک سلور رنگ کی چین اور دائیں ہاتھ میں کالے رنگ کا بینڈ پہنا ہوا تھا۔ اس کی شکل وصورت میں ایک دلکش وقار اور شائستگی نمایاں تھی۔ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ وہ ایک ترک مردوں جتنا جمال رکھتا تھا۔

"واؤ۔" ایجنٹ میشاء کے ہونٹ سرگوشی کے انداز میں گول ہوئے۔ وہ محظوظ ہوئی تھی، ان کے ڈیپارٹمنٹ کے دو قابل مرد آج انہیں کھانا سرو کریں گے۔

کچھ توقف کے بعد ایجنٹ نہیان اور آفیسر ضارب نے کھانا صرف کیا اور سب نے رغبت سے تناول کیا۔

ویسے تو ایجنٹ نہیان کے پاس ایک کک تھا۔ لیکن اسے کوئی ضروری کام درپیش ہونے کی صورت میں ایجنٹ نہیان نے سارا کھانا ریسٹورنٹ سے آرڈر کیا تھا۔ جانے کو تو وہ کسی ریسٹورنٹ میں بھی جاسکتے تھے۔ لیکن وہ ایجنٹس تھے وہ یونہی کھلم کھلا ہر پبلک پلیس میں تفریح کیلئے نہیں جاتے تھے۔ ان کے لیے ہر قدم پر احتیاط برتنا لازمی تھا جبکہ وہ ایک ہائی پروفائل کیس کو ڈیل کر رہے تھے۔

"کیوں نا کوئی گیم کھیلی جائے۔ وقت اچھا گزر جائے گا؟"

وہ لوگ میٹھے سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اچانک ایجنٹ میشاء کو خوب سوجھی۔

"ہمم آئیڈیا معقول ہے، سوچا جا سکتا ہے۔ کیوں آفیسر ضارب؟ ایجنٹ نہیان نے اتفاق کرتے ہوئے آفیسر ضارب کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

آفیسر ضارب کے رضامندی دیتے ہی وہ ایجنٹ ایلا کو قائل کر کے اب صوفے کے نیچے کارپٹ پر گول سا دائرہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایجنٹ ایلا دل سے رضامند نہیں ہوئی تھی۔ لیکن سب کا دل رکھنے کے لیے مروتاً ان کے ساتھ شامل ہو گئی تھی۔

"سوٹر تھ یا ڈیئر؟"

ایجنٹ میشاء نے درمیان میں ایک بوتل گھمائی اس کا رخ ایجنٹ نہیان کی جانب آیا تو وہ مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھ کر بولی۔

"ٹرتھ!"

ایجنٹ نہیان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہارا اب تک کا سب سے خطرناک میشن کون سا رہا ہے؟"

سوال آفیسر ضارب کی جانب سے آیا۔

"ایک سال قبل "کالا کو میٹ" کے نام سے ایک خوفناک مافیا گینگ مشہور تھی۔ بے رحم اور چالاک رہنما "کالا" کی قیادت میں، کومیٹ گینگ نے آہنی ہاتھوں سے حکمرانی کی تھی۔ ان کا نام سن کر ہی لوگوں کے دل دہل جاتے تھے کیونکہ وہ جرائم کی دنیا پر اپنی بے رحمی سے قابض ہو چکے تھے۔ اس گینگ کے اندر بھیس بدل کر جانا اور ان کی حکومت کو ختم کرنا ایک خطرناک اور ہارڈ میشن تھا۔ لیکن میں نے اور میری ٹیم نے یہ کیا!"

ایجنٹ نہیان نے سنجیدگی سے انہیں اپنے میشن کے بارے میں بتایا اور آخر میں شانے اچکائے۔ ہر چیز کو ہلکا لینے والا ایجنٹ نہیان حقیقت میں ایک زبردست ایجنٹ تھا جس کی مہارت اور ہوشیاری ہر چیلنج کو سہولت میں بدل دیتی تھی۔

اس کی قابلیت پر سب نے دل سے ستائشی کلمات کہے اور اس کی بے مثال صلاحیتوں کی مدح سرائی کی۔

وہ ایک دوسرے کو جانتے تھے لیکن زیادہ نہیں۔ اس کیس کو ڈیل کرنے کے دوران انہیں ایک دوسرے کو اچھے سے جاننے اور سمجھنے کا موقع مل رہا تھا۔

”Okay next“

اب کی بار بوتل کا رخ ایجنٹ ایلا کی جانب آیا۔

"میں ڈیئر لوں گی۔" کسی کے پوچھنے سے پہلے ہی ایجنٹ ایلا بولی۔

"نو وے، ایجنٹ ایلا آپ ٹروتھ لے نا۔ ہم "ایجنٹ ایلا" کو تو جانتے ہیں تھوڑا "مس ایلا" کو بھی جاننے کا موقع ملے گا۔"

ایجنٹ میشاء مصرّت سے بولی۔

"ایجنٹ میشاء، یہ صرف میں متعین کرتی ہوں کہ کوئی مجھے کب اور کتنا جانے گا۔ یہ اختیار صرف میرے اختیار میں ہے۔ سوری میں تو ڈیئر ہی لوں گی۔"

وہ ہلکی مسکراہٹ سے آخری جملہ ابرو اچکا کر بولی۔

"اب ہم آپ سے کیا کروا سکتے ہیں۔ چلے آپ اس گیم کے بعد ہمارے لیے کافی بنائیں گی۔" ایجنٹ نہیان نے قدرے سوچ کر بولا۔

"شیور!" ایجنٹ ایلا متفق ہو گئی۔

”Next“

بوتل کا رخ آفیسر ضارب کی جانب آیا۔

"تو ہمارے ڈیسنٹ ایلیٹ پولیس آفیسر کیا لے گے ٹروتھ یا ڈیئر؟" ایجنٹ میشاء آفیسر ضارب کی جانب دیکھ کر بشاشت سے بولی۔

"ہنہ، ڈیسنٹ پولیس آفیسر۔"

ایجنٹ ایلا اپنی بنفشی رنگ کی آنکھوں کو گھما کر خود کلامی کرتے ہوئے بڑبڑائی۔

"ٹروتھ!"

آفیسر ضارب نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا۔

وہ حقیقتاً ڈیسنٹ شخصیت کا حامل تھا۔ اس وقت وہ چارکول گرے رنگ کے ڈیسنٹ سے تھری پیس سوٹ میں ملبوس بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔

"اپنے بارے میں ایسی کوئی راز کی بات بتائے جو آپ نہیں چاہتے کہ کسی کو پتہ چلے۔" ایجنٹ میشاء بولی۔

"ملک ہوں، دنیا کی کوئی چیز مجھے نہیں ہرا سکتی لیکن محبت نے ہرا دیا تھا۔"

آفیسر ضارب بے نیازی سے بولا۔ اس کے لبوں سے نکلے ہوئے الفاظ گویا ہوا کے جھونکے کی مانند تھے۔ جنہوں نے لمحہ بھر میں ہر طرف سکوت طاری کر دیا۔

ایجنٹ میشاء کے ہونٹ حیرت سے گول ہوئے۔ ایجنٹ ایلا کچھ نہ بولی۔

"آہم، کون ہے وہ؟"

ایجنٹ نہیان اپنی حیرت پر قابو پا کر آفیسر ضارب کے کان کے قریب جھکا اور مدھم آواز میں شوخی سے گویا ہوا۔

اس پل آفیسر ضارب کو احساس ہوا کہ ایجنٹ نہیان اب اس بات کا پیچھا نہیں چھوڑنے والا تھا۔ اسے کم از کم ایجنٹ نہیان کے سامنے یہ بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا جب چڑیا چگ گئی کھیت۔

* * *

لاہور کے ایک کمرشل ایریا میں ایک عمارت شان و شوکت کے ساتھ کھڑی تھی۔ عمارت شیشے کے پینلز سے بنی ہوئی تھی جو شہر کی روشنیوں کو منعکس کرتے ہوئے اسے تابناک اور جاذب نظر بناتی تھی۔

اس عمارت کے مالک کے آفیس میں جھانکو تو وہ ایک ایر گونومک چیر پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ گلیڈ لیونڈر اور وینیلا کی سکونت بخش خوشبو آفیس روم میں پھیلی ہوئی تھی۔

"کافی اشتیاق تھا آپ سے ملنے کا۔ خوشی ہوئی آپ نے ہماری اس سادہ سی عمارت کو دیدار کا شرف بخشا۔" احمد سفیر چئیر کے ساتھ ٹیک لگا کر، اپنے سامنے بیٹھے پولیس آفیسر کی جانب سرسری نگاہ ڈال کر، نرم لہجے میں دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ مخاطب ہوئے۔ مگر ان کی آنکھیں مکمل طور پر بے حس و حرکت تھیں۔

"آپ سے ملاقات کی پُر امید خواہش مجھے بھی تھی۔" کالی وردی میں موجود آفیسر ضارب سنجیدگی سے گویا ہوا اور آس پاس نظر دوڑائی۔

اس نے دیکھا کہ اس آفیس کو دو حصوں میں خوبصورتی سے ہم آہنگ کیا گیا تھا۔ **لاؤنج اور ورک زون**۔

لاؤنج کا حصہ ایک متحرک، آرام دہ مرکز تھا جو سوشلائزیشن اور آرام کے لیے ڈیزائن کیا گیا تھا جس میں آرام دہ صوفے، ایک کافی بار اور فلور-ٹو-سیلنگ کھڑکیاں شامل تھیں۔ جبکہ ورک زون ایک مرکوز، ارگونومک ماحول تھا جو ماڈیولر ڈیسک، آرام دہ کرسیاں اور جدید ٹیکنالوجی سے مزین تھا۔ ایک شفاف شیشے کی تقسیم لائن دونوں حصوں کو ہلکے سے جدا کرتی تھی۔ بلاشبہ یہ آفیس ایک دلکش توازن کی مثال تھا جو فنونِ لطیفہ اور جدت کا حسین امتزاج پیش کر رہا تھا۔ (خیر، یہ سادہ تو کہیں سے بھی نہیں لگتا) آفیسر ضارب نے آفیس کا جائزہ لیتے ہوئے دل میں سوچا اور سر جھٹک کر احمد سفیر کی جانب متوجہ ہوا۔

"فراز ہاشمی میرا کاروباری رفیق تھا۔ اکثر ہماری باہمی رفاقت رہی۔ اس کو بڑا زعم تھا کہ اس کے رعب و وقار کے آگے کوئی سر نہیں اُٹھا سکتا۔ کوئی بھی اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔" وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملا کر سنجیدگی سے بولے۔ "لیکن تقدیر کے نوشتۂ دیوار سے کون بچ سکتا ہے؟ بڑے بڑے بادشاہ، سرکردہ لوگ، سب اس کی بے رحم قضا کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔" وہ گہری سانس لے کر بولے۔

"فراز کی شان و شوکت بھی اس زعم کے باوجود، ہوا کے ایک جھونکے کی طرح اڑ گئی۔"

"احمد صاحب زندگی کی سچائیاں بہت گہری اور غیر متوقع ہوتی ہیں۔ ہم سب کو ان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔" احمد سفیر کے مقابل کرسی پر بیٹھے آفیسر ضارب عام سے لہجے میں بولا۔ اس کی آنکھیں ان کے ہر انداز کو اسکین کر رہی تھیں۔ ان کی باتوں کا مفہوم، ان کی آنکھوں کا رمز، وہ فی الحال کچھ نہ سمجھ سکا۔

"ہمم، میں اکثر اسے نصیحت کرتا رہتا تھا کہ اپنی سیکورٹی کا بندوبست رکھا کرے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے، کون جانتا ہے؟" وہ قدرے آگے کی جانب جھک کر بولے۔ "لیکن اس کی بے فکرانہ روش اور تکبر۔ آہ! تقدیر کو کبھی بھی چیلنج نہیں کرنا چاہیے۔"

پھر سے کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر افسوس سے بولے۔ آفیسر ضارب انہیں سنجیدگی سے سن رہا تھا۔

انسان کیوں بھول جاتا ہے کہ وقت کے ہر فرعون کو موجوں کی نذر ہونا ہے، ہر سلطنت کو ایک دن زمین بوس ہونا ہے۔

"تو آپ فراز ہاشمی کے قتل کے کیس کو ڈیل کر رہے ہیں!" اب کے احمد سفیر اس کی جانب بھرپور توجہ دیتے ہوئے بولے۔ "کیا فائدہ؟ میرے خیال میں یہ صرف وقت کی بربادی ہے۔ مرنے والا تو مر گیا۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے آفیسر۔ آپ اتنی محنت سے یہ کیس حل کریں گے لیکن یہ حکومت آپ کو کیا دے گی زیادہ سے زیادہ؟ آپ کو ملنے والا صلہ کیا ہو گا؟ صرف رسمی توصیف یا زبانی شاباشی؟ میرا معقول مشورہ ہے کہ آپ اس کیس سے پیچھے ہٹ جائیں۔ یہ آپ کے اپنے مفاد میں بہتر ہو گا۔"

"اونہوں، آپ اپنا مشورہ اپنے پاس سنبھال کر رکھیں۔ مجھے کسی بھی ذاتی مفاد میں کوئی دلچسپی نہیں، احمد صاحب۔ مجھے انصاف میں دلچسپی ہے۔ اور میں اس وقت تک نہیں رکوں گا جب تک میں نہیں جان لیتا کہ آپ کے کاروباری شریک کو کس نے مارا۔" آفیسر ضارب ماتھے پر بل ڈالے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لاپرواہی سے بولا۔

"انصاف؟ ہا! مجھے آج کی یوتھ سے ہمدردی ہے جو وردی کے شوق میں اتنے کھٹن مراحل سے گزر کر سرکاری ملازم تو بن جاتے ہیں، لیکن کیا حاصل کرتے ہیں؟ بس نام کے ساتھ پولیس آفیسر کا ٹیگ چسپاں ہو جاتا ہے۔ کیا اس سے ان کی زندگی میں کوئی مادی یا معنوی تبدیلی آتی ہے؟ کیا ان کی آنے والی نسلیں سنورتی ہیں؟" احمد سفیر قدرے رنجیدہ لہجے میں بولے۔

آفیس میں ان کی گفتگو کے علاوہ خاموشی کا چھایا ہوا سکوت تھا۔ انہوں نے پہلے ہی اپنے ایمپلائیز کو مطلع کر دیا تھا کہ انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔

"میں آپ کی تقریر سے متاثر نہیں ہو رہا، احمد صاحب۔ میں نے کہا نا مجھے کسی چیز کی کوئی پرواہ نہیں ہے، میں جس چیز کا عزم کرتا ہوں اسے تکمیل تک پہنچا کر ہی سکون لیتا ہوں۔ میرے اندر اتنا دم ہے کہ میں اپنے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ایک ایک کر کے مٹانے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔"

وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سے بولا۔ وہ شاید انہیں کچھ باور کروانا چاہتا تھا۔ آفیسر ضارب کو احمد سفیر پر شک تھا کیونکہ وہ مقتول فراز ہاشمی کا کاروباری ساتھی تھا اور ممکن تھا کہ کاروبار میں کسی قسم کی چپقلش کی بنا پر احمد سفیر نے اس کا قتل کروا دیا ہو۔ مگر تحقیق کے دوران، بظاہر دونوں کے درمیان کسی قسم کی چپقلش کا پتہ نہیں چل سکا۔ پھر بھی، آفیسر ضارب انہیں مشکوک نظروں سے ہی دیکھ رہا تھا، کیونکہ بیچ کی باتوں کا کسے پتا؟

احمد سفیر اس کی شخصیت سے متاثر ہوئے تھے۔ انہیں کالی وردی میں ملبوس پولیس آفیسر بہت حسین لگا۔ شاید ہی کالی وردی کسی پولیس آفیسر پر یوں جچتی ہو، جیسے کہ یہ وردی سامنے بیٹھے شخص پر جچ رہی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ وردی خاص طور پر اسی کے لیے بنائی گئی تھی۔ وہ فیصلہ نہ کر سکے کہ یہ وردی زیادہ خوبصورت تھی یا اسے پہننے والا شخص؟ انہوں نے اس کی قابلیت کے قصے خوب سن رکھے تھے۔ اس کے نام سے واقف تھے۔ لیکن یوں روبرو ملنے کا موقع پہلی بار ملا تھا۔

"آپ ایک دلیر انسان ہیں، آفیسر ضارب۔ یہ میں برملا تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن اس کا کیا فائدہ۔۔۔

"آپ فائدے اور نقصان کو چھوڑیں اور اس مدعے پر آئیں جس کے لیے آپ نے مجھے بلایا ہے۔" وہ ان کی ایک ہی رٹ سے تنگ آتے ہوئے ان کی بات کاٹ کر قدرے بیزاری سے بولا۔

"میں آپ کو یہی سمجھانا چاہتا تھا، آفیسر ضارب۔ میری عمر آپ سے دوگنا ہے۔ تجربہ بھی زیادہ ہے۔ اپنے آپ کو ضائع مت کریں۔" وہ گہری سانس لے کر بولے۔ آفیسر ضارب نے آنکھیں گھمائیں۔

"اور ہاں، وہ ایجنٹس کے ڈیپارٹمنٹ کی ایک لڑکی۔ کیا نام ہے اس کا؟ ہاں، ایجنٹ ایلا!۔" وہ جیسے کچھ یاد آنے پر سرسری لہجے میں بولے۔ آفیسر ضارب نے انہیں چونک کر دیکھا۔

"ایسے مت دیکھو، آفیسر۔" ان کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔ "پیسہ ہو تو سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔" انہوں نے شانے اچکائے۔

"فکر نہ کرو، میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ ایجنٹس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ یہ ہر لحاظ سے راز رہے گا، میں یقین دلاتا ہوں۔۔۔ ایجنٹ ایلا اتنی قابل ہیں کہ ان کے بارے میں ہر کوئی جاننا چاہے گا۔ مگر میں کہتا ہوں، ایسی قابلیت کا کیا فائدہ؟ آخر کار، وہ ایک لڑکی ہی تو ہے۔ اسے سمجھاؤ، آفیسر ضارب، لڑکیاں دیر رات تک باہر نہیں رہتیں۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے، کسے پتا؟ مجھے آج کی یوتھ سے ہمدردی ہے۔" اب کے وہ سنجیدگی سے بولے۔

"ٹھیک ہے، احمد صاحب، میں چلتا ہوں آپ سے مل کر اچھا لگا۔" آفیسر ضارب اب ان کی باتوں سے عاجز آگیا تھا۔ مصنوعی مسکراہٹ سجا کر ان سے کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

جاتے جاتے اس کے دماغ میں کئی سوال گردش کر رہے تھے۔ احمد سفیر کیوں چاہتے ہیں کہ میں اس کیس سے دستبردار ہو جاؤں؟ وہ کیوں اس کیس میں دلچسپی لے رہے ہیں؟ ایسے کئی سوالوں نے اسے الجھا دیا تھا۔

احمد سفیر اسے جاتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ وہ سرگوشی نما آواز میں دھیمے سے بڑبڑائے، "مجھے آج کی یوتھ کے ساتھ ہمدردی ہے۔"

✧✧✧✧✧✧✧✧✧✧

ہم چلتے ہیں صالک ہاؤس کی جانب جو چھ سال گزرنے کے باوجود بھی، بغیر کسی تبدیلی کے اپنی پرانی حالت میں عظمت و دلکشی کے ساتھ زمین پر اپنی جڑیں مضبوط کیے کھڑا تھا۔

گھر موجود تھا لیکن گھر کا سربراہ نہیں رہا تھا۔ انسان چلا جاتا ہے، چیزیں رہ جاتی ہیں۔

"مجھے آپ کا کوئی ایکسکیوز نہیں سننا، میں نے پروڈکٹس آپ کے پیج سے آرڈر کیے تھے، اور یہ آپ کی زمہ داری تھی کہ آپ مجھے بغیر کسی نقص کے ٹھیک چیزیں فراہم کریں۔"

ایک لڑکی دائیں ہاتھ میں موبائل تھامے، ایک کان میں ایئرپوڈ لگائے، سیڑھیوں سے اترتے ہوئے، ماتھے پر تیوری چڑھائے، کسی سے قدرے برہمی سے بات کرنے میں مصروف تھی۔ وہ سنہری رنگ کی پمپ ہیلز پہنے، ٹِک ٹِک کی آواز کے ساتھ نیچے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"اونہوں، یہ میرا سر درد نہیں ہے کہ کمپنی نے ہی آپ کو نقص والی چیزیں فراہم کی تھیں۔ آپ یا تو میری پیمنٹ واپس کریں یا مجھے ٹھیک پروڈکٹس بھیجیں۔" وہ نیچے راہداری میں پہنچ کر کمر پر ہاتھ رکھے، گلے میں موجود ہنس کی شکل والے لاکٹ کو گھماتے ہوئے دوٹوک انداز میں بولی۔

"جی، جی یہی آپ کے لیے بہتر ہو گا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا اور ساتھ ہی فون بند کر کے کان سے ایئرپوڈ نکالا۔ شاید دوسری جانب سے اس کا مطالبہ مان لیا گیا تھا۔

"دادی، کون آیا ہوا ہے؟" وہ آگے کی جانب بڑھی تو ڈرائنگ روم سے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس سے پہلے کے وہ اندر جاتی، اس نے ڈرائنگ روم سے باہر آتی دادی سے پوچھا۔

"پتر، ضارب آیا ہوا ہے۔ میں زرا نماز پڑھ کر آتی ہوں۔" دادی اسے سرسری سا بتا کر اپنے کمرے کی جانب چل دی۔

وہ وہی کھڑی رہی۔ وہ رویل گرین رنگ کے پلازو کے اوپر امبریڈری والی شارٹ فراک میں ملبوس تھی۔ گزرے وقت نے اسے بدلہ نہیں، وہ پہلے جیسی ہی تھی۔ لیکن سیاہ کاجل سے بڑی آنکھوں میں اعتماد کی چمک پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی تھی۔ وہ بدلی نہیں، لیکن اس کی ہر بات اور ہر ادا میں وہ پختگی اور وقار در آیا تھا جس نے اسے وقت کی دھول سے نکھار کر الگ ہی مقام عطا کیا تھا۔ اس نے گہری سانس لی اور ڈرائنگ روم کے اندر چلی گئی۔

"کیسے ہیں، آفیسر صاحب؟" وہ پُراعتماد چال چلتے ہوئے اندر آئی اور صوفے پر بیٹھتے ہی مسرت سے بولی۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، مسکراہٹ مصنوعی نہیں تھی۔

ضارب یزدان لاہور میں ہونے کی صورت میں اکثر ان سے ملنے آتا رہتا تھا۔ نیمل کی اس کے ساتھ رسمی باتوں کے علاوہ کوئی خاص بات نہیں ہوتی تھی۔ ایک وقت تھا جب وہ ضارب یزدان کا سامنا زندگی میں دوبارہ کبھی نہیں کرنا چاہتی تھی، اسی لیے اس نے بغیر سوچے سمجھے عارش زہیر سے شادی کے لیے ہامی بھر

دی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ شادی کے بعد میکسیکو چلی جائے گی، اور ضارب یزدان سے کبھی ملاقات نہیں ہو گی۔ وہ مکمل طور پر زندگی میں آگے بڑھنا چاہتی تھی اور اسے اس وقت شادی سے بہتر کوئی تدبیر نہیں لگی تھی۔

اور پھر انسان چاہے جتنی بھی تدبیر کرے، تقدیر کی لکیریں اپنی راہیں خود بناتی ہیں۔

اب وہ اسکے سامنے بیٹھا تھا، ایسے جیسے کبھی اس کی زندگی سے گیا ہی نہیں تھا۔ ایسے جیسے ضارب یزدان کی زندگی میں کچھ نہیں بدلا تھا۔ لیکن نیمل صالک کی زندگی میں بہت کچھ بدل گیا تھا۔

"الحمدللہ۔" اس کے آتے ہی وہ خوشگواریت سے مسکراتے ہوئے سر کو ہلکا سا خم دے کر بولا۔ وہ احمد سفیر سے ملنے کے بعد سیدھا صالک ہاؤس آگیا تھا۔

عشفہ بیگم، جو ضارب کے ساتھ بیٹھی گفتگو کر رہی تھیں، نیمل کے آتے ہی کیچن میں جانے کا کہہ کر اٹھ کر چلی گئیں۔ ضارب کے جواب دیتے ہی نیمل ہلکا سا مسکرائی اور اپنے موبائل میں مصروف ہو گئی۔ یہ ایک انتہائی غیر اخلاقی فعل تھا کہ ایک مہمان کی موجودگی میں وہ اپنے موبائل میں محو ہو گئی تھی۔

"میں جب بھی آتا ہوں تو یقین نہیں آتا کہ خالو واقعی ہمارے درمیان نہیں رہے۔" کچھ دیر خاموشی رہنے کے بعد وہ افسردگی سے بولا۔

وہ نیمل کی شادی پر نہیں آیا تھا، کچھ مصروفیات کا کہہ کر، ان میں سے کوئی بھی نیمل کی شادی پر نہیں آیا تھا اور صالک ہاؤس کے کسی فرد نے بھی اس بات کا برا نہیں مانا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ وہ کیوں نہیں لاہور آنا چاہتے۔ لیکن جب انہیں صالک صاحب کے انتقال کی خبر ملی تو یہ خبر ان کے لیے شدید دھچکا تھی۔

لہذا، عتیقہ بیگم کے ساتھ سب فوراً لاہور آئے، مگر زیادہ دیر رکے نہیں اور ایک دن بعد فوراً اسلام آباد واپس چلے گئے۔ اس وقت ضارب کی نیمل سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

نیمل نے موبائل سے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا، چہرے پر ایک گہری اداسی چھا گئی، لمبی سانس لے کر بولی۔ "جانے والے کو کون روک سکتا ہے۔"

صالک ہاؤس کے مکینوں نے بھی حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا۔ جانے والے کے ساتھ زندگی نہیں رک جاتی۔ آپ کو آگے بڑھنا ہی ہوتا ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ جانے والوں کی یادوں کو دل سے نکالنا ایک کٹھن عمل ہے، ایک دردِ دل کی لورائی ہے جو لمحہ بہ لمحہ یادوں کے آئینے میں جھلکتی رہتی ہے۔

اور پھر صبر آتا نہیں ہے، صبر کیا جاتا ہے۔ دل کی گہرائیوں میں چھپے دکھوں کو خاموشی سے برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ہر لمحے کی آزمائش میں صبر کی چادر کو اپنی تقدیر کا حصہ بنانا پڑتا ہے۔

"ہمم، ہر انسان کے جانے کا وقت معین ہے۔ ہم لاکھ چاہنے کے باوجود بھی اپنے پیاروں کو روک نہیں سکتے۔ اور ان کے بغیر ہمیں جینا پڑتا ہے۔ زندگی ہے، چلتی رہتی ہے۔" ضارب نے اس کی جانب دیکھا اس کی نظریں اس کی ناک میں پہنی نتھنی میں اٹک گئی جو آج بھی نیمل کے سنگھار کا حصہ تھی۔ اس نے سر جھٹکا اور اپنے بائیں ہاتھ میں پہنی سلور رنگ کی انگھوٹھی کو دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے گھماتے ہوئے بولا تھا۔

ایلیٹ فورس جوائن کرنے کے بعد جب اس کی پوسٹنگ لاہور ہوئی تھی تو عشفہ بیگم نے اسے کہا تھا کہ وہ صالک ہاؤس ہی رہے، لیکن اس نے ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے ملنے والے اپارٹمنٹ میں رہنے کو ترجیح دی تھی۔ اس کو پولیس فورس جوائن کرنے کا شوق شروع ہی سے تھا، جس کے لیے اس نے محنت کی اور کامیاب ہو گیا۔ تربیت کے بعد جب اس کی پوسٹنگ لاہور ہوئی تھی تو عتیقہ بیگم، اس کے شوق کی وجہ سے بادل ناخواستہ اس کے لاہور رہنے پر راضی ہو گئی تھیں۔

ایلیٹ فورس پاکستان کا ایک ممتاز قانون نافذ کرنے والا ادارہ تھا، جو اپنی بہادری، پیشہ ورانہ صلاحیت، اور قومی سلامتی برقرار رکھنے میں مؤثر ہونے کی وجہ سے مشہور تھا۔ یہ ملک بھر میں خدمات فراہم کرتا تھا اور

تمام پولیس ڈیپارٹمنٹس میں اعلیٰ رینکنگ رکھتا تھا۔ ایلیٹ فورس ہائی رسک آپریشنز انجام دیتی تھی، اہم مواقع کی سیکیورٹی فراہم کرتی تھی اور مقامی پولیس کی مدد کرتی تھی۔

ضارب یزدان ایلیٹ فورس میں **سینئر کمانڈنٹ** (ایس سی) کے معزز عہدے پر فائز تھا۔ اسے ہائی رسک آپریشنز کی نگرانی، کاؤنٹر ٹیررزم (دہشت گردی کے خلاف کارروائیاں اور حکمت عملی ہے، جو دہشت گرد حملوں کو روکنے یا ان سے نمٹنے کے لیے تیار کی جاتی ہے) کی حکمت عملیوں کی منصوبہ بندی، اور جونیئر آفیسرز کی تربیت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ اس نے سینئر کمانڈنٹ کا انٹرینس ایگزام پاس کر کے اور متعدد مراحل سے گزر کر یہ عہدہ حاصل کیا تھا۔

اس سے پہلے کہ نیمل کچھ کہتی ضارب کے موبائل کی گھنٹی بجی وہ ایکسکیوز کر کے فون سننے کے لیے باہر چلا گیا۔

"ضارب، چلا گیا؟" تھوڑی دیر بعد دادی نے آ کر ضارب کو موجود نہ دیکھ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے نیمل سے پوچھا۔

وہ پھر سے موبائل میں مصروف ہو گئی تھی، دادی آئیں تو وہ موبائل کو پرے رکھتے ہوئے دھیما سے مسکرا کر سادہ سے لہجے میں بولی۔ "وہ رکتا ہی کب ہے، آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔" مسکراہٹ میں کوئی شکوہ یا گزرے وقت کا احساس نہ تھا، بلکہ مسکراہٹ شفاف اور خالص تھی۔ جیسے اب اسے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔

"میں دیکھ رہی ہوں میری پوتی بدل گئی ہے۔ پہلے سے زیادہ سمجھدار ہو گئی ہے۔" دادی محبت بھرے لہجے میں بولیں۔

"جب زندگی ہی بدل جائے تو یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو نئے سرے سے ڈھال لیں۔ حالات کی تبدیلی ہمیں نئے راستوں پر چلنے پر مجبور کر دیتی ہے، دادی۔ اور اس سفر میں خود کو بدلنا ایک فطری امر ہے۔" اس کے ہونٹ پھر مسکراہٹ میں ڈھلے۔

دادی مسکرائی اور کچھ توقف کے بعد بولیں۔ "شاید تیری قسمت تیری کوئی کھوئی ہوئی چیز تجھے واپس لٹا دے۔"

وہ کچھ دیر کے لیے تھمی، پھر بے نیازی سے بولی۔ "مجھے اب کسی چیز کی تمنا نہیں رہی۔ میری زندگی آپ، ماما اور ہنزلہ سے شروع ہو کر انہی پر ختم ہوتی ہے۔"

"مجھے لگتا ہے جو پہلے میری آنکھوں سے اوجھل تھا، اب اسے میں آسانی سے دیکھ سکتی ہوں۔" دادی کھوئے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"میں سمجھی نہیں؟" اس نے دادی کی جانب ناسمجھی سے دیکھا۔

"سمجھ جاؤ گی وقت آنے پر سب سمجھ جاؤ گی۔"

✧✧✧✧✧✧✧✧✧✧

"سوری یار، ایک پیشنٹ کے ساتھ زیادہ وقت لگ گیا۔" عیاد نوریز جلدی سے دروازہ کھول کر اپنے پرسنل کیبن میں داخل ہوتے ہوئے سرسری سا ضارب کی جانب دیکھتا ہوا بولا اور اس کے ساتھ ہی کاؤچ پر ریلیکس انداز میں بیٹھا اور تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں موند کر، سر پیچھے کی جانب ڈھلکا لیا۔

عیاد نوریز کا چھوٹا سا کیبن سادگی کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ ایک نرم، سیاہ صوفہ ایک دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ ایک سادہ، لو پروفائل ڈیسک ایک کونے میں رکھی گئی تھی، جس پر لیپ ٹاپ، فائلوں کا منظم ڈھیر، اور ایک چھوٹا، نفیس لیمپ موجود تھا۔ فلور ٹو فلور کتابوں کی الماری دوسری دیوار کے ساتھ کھڑی تھی جس میں

نفسیات اور سیلف ہیلپ کی کتابیں سجائی گئی تھیں، اور ایک چھوٹا سا پودا کمرے میں قدرتی خوبصورتی کا اضافہ کر رہا تھا۔

اس کی بات کی تردید کی تھی نہ ترمیم، شاید اس نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔

"اس سے مل کر آئے ہو؟" ضارب کی جانب سے کوئی جواب نہ پا کر اس نے آنکھیں کھول کر سیدھا ہو کر اچھنبے سے اسے دیکھا، پھر کچھ سوچتے ہوئے قدرے شرارتی انداز میں بولا۔

"روز ہی ملتا ہوں۔" ضارب نے اس کی بات کو کسی خاطر میں لائے بغیر، جواب دیا۔

عیاد نوریز ایک تھراپسٹ تھا۔ تین سال پہلے ضارب یزدان کی ایک کیس کو حل کرنے کے دوران عیاد نوریز کے ساتھ ملاقات ہوئی تھی۔ اسی ملاقات کے دوران دوستی ہوئی، اور وقت کے ساتھ گہری ہوتی گئی۔ ضارب پچھلے آدھے گھنٹے سے اس کے کیبن میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا، پھر اس نے عیاد نوریز کے ڈسک پر موجود ربک کیوب کو پکڑا اور اس کے ساتھ مصروف ہو گیا۔ ابھی بھی وہ ہنوز ربک کیوب کے ساتھ ہی مصروف تھا۔

"خوابوں و خیالوں میں؟" عیاد چنچل لہجے میں بولا۔

ضارب نے اس کی جانب دیکھا اور دونوں ہی ایک ساتھ ہنس پڑے۔

"یار، آنٹی کا ہی خیال کر لو۔ وہ چاہتی ہے اب تمہاری شادی ہو جائے۔ چھوڑو محبت کو اور کر لو کسی اور سے شادی۔" اب کے عیاد سنجیدگی سے بولا۔

ضارب کا اچھا دوست ہونے کی صورت میں عتیقہ بیگم کی بھی عیاد سے جان پہچان ہو گئی تھی۔ وہ اکثر فون پر اس سے بات کیا کرتی تھیں۔

"فضا سے آکسیجن چھین کر کہتے ہو سانس لو، یعنی کمال کرتے ہو۔" وہ آسودگی سے مسکرایا تھا۔ "کسی اور سے شادی کر لوں؟ کیسے کر لوں؟ جب دل میں اسے بسایا تھا پھر اس کے علاوہ کسی اور کو سوچنا توہین سمجھ

لیا۔ جب محبت کی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا پھر اس کے علاوہ کسی اور کو دیکھنے سے توبہ کرلی۔ کانوں نے اس کی آواز کے علاوہ کسی اور کی آواز سننا خود پر حرام کرلیا۔ جب اس کا نام محبت کی زبان سے لیا تھا پھر اس کے علاوہ کسی اور کا نام لینا گناہ سمجھ لیا۔ کہتے ہو "کسی اور" سے شادی کرلوں؟ وہ کسی اور پر زور دیتے ہوئے سر دائیں بائیں ہلا کر مسکرایا۔

"ضارب یہ گیلٹ ہے، محبت نہیں۔" عیاد اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"گیلٹ؟" اس نے ایک ابرو اچکا کر کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ "گیلٹ ہو یا محبت، تم یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ جو بھی ہے، اسی سے ہے؟ میرے دل کی تمام راہیں صرف اسی کی جانب مائل ہیں۔" ضارب نے

عیاد نے گہری سانس لی اور کچھ نہ بولا۔ ضارب یزدان کے دل کا وہ راز جسے اس نے اسے بھی نہیں بتایا تھا، جسے وہ چاہتا تھا، عیاد نوریز نے اس سے اگلوالیا تھا۔ وہ ایک تھراپسٹ تھا، وہ لوگوں سے باتیں اگلوانے کا ہنر رکھتا تھا۔ لیکن ضارب یزدان کا اپنے اعصاب پر گہرا تسلط تھا۔ اور ہوتا بھی کیوں نا اتنے سالوں میں اس نے خود پر قابو پانا ہی تو سیکھا تھا۔ اس کی مرضی کے بغیر، اس سے کوئی بھی، کوئی بات نہیں اگلوا سکتا تھا۔ اسے بھروسہ تھا عیاد نوریز پر، اسی لیے اس نے اپنی محبت کا راز اس پر آشکار کر دیا تھا۔

"تم کہتے ہو، مجھے گیلٹ ہے محبت نہیں۔" اس نے عیاد کی بات کو دہرایا اور استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔

"پیار۔۔۔ محبت۔۔۔ عشق۔۔۔ یہ سب لفظ ہی تو ہیں، یہ سب ایک ہی حقیقت کے مختلف نقاب ہیں۔ جب ہمیں کوئی اچھا لگتا ہے تو ہم کہتے ہیں، ہمیں اس سے محبت ہے، عشق ہے، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن تم ٹھیک کہتے ہو، مجھے واقعی اس سے محبت نہیں ہے، کیونکہ کسی لفظ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ 'اس کے لیے' ضارب یزدان کی دل کی شدت کو بیان کر سکے۔ تم یہ بھی ٹھیک کہتے ہو کہ مجھے گیلٹ ہے، وہ اللہ کی طرف سے ملی نعمت تھی میرے لیے میں نے اس کی قدر نہیں کی اور اسے کھو دیا۔" ایک فلو میں بات کرتے کرتے آخر میں اس کی آواز دھیمی ہو گئی۔

لفظ دل کی گہرائیوں کو مکمل طور پر نہیں کھول سکتے۔ محض لفظ بیان نہیں کر سکتے کہ آپ کے دل میں کسی کے لیے کتنی چاہت ہے۔ یہ ایک داخلی دنیا ہے، جس میں ہم صرف احساس کے ذریعے ہی پہنچ سکتے ہیں، نہ کہ زبان کی سادگی سے۔

"میں اس کا نہیں تو کسی کا نہیں ہوں گا۔ میں اسے دیکھ سکوں، یہ بھی میرے لیے ایک بڑی بات ہے۔" وہ بڑبڑانے والے انداز میں بولا تھا۔ لیکن عیاد نے سن لیا تھا۔

"یہ صحیح ہے، وہ تمہاری نظروں کے سامنے تو ہے ورنہ کچھ لوگ ہم سے ایسے دور ہو جاتے ہیں کہ ہم پھر انہیں دیکھنے کے لیے بھی ترس جاتے ہیں۔" عیاد ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

"تمہیں تھراپی کی ضرورت ہے، ضارب۔" پھر عیاد اس کا موڈ بدلنے کے لیے کچھ توقف کے بعد شوخی سے بولا۔ جانتا تھا، وہ چڑتا ہے اس سے۔

ضارب جو اپنی کالی وردی میں موجود تھا، مسکرایا۔ اور اپنی جیب سے پسٹل نکال کر سامنے رکھتے ہوئے بولا۔

"اسے دیکھو، اور بتاؤ تھراپی کی ضرورت کسے ہے؟ میں لفظوں سے تھراپی نہیں کرتا، اس کام کے لیے میری پسٹل ہی کافی ہے۔ یقین دلاتا ہوں درد نہیں ہو گا، بلکہ تمہیں پتہ ہی نہیں چلے گا کہ تمہارے ساتھ ہوا کیا ہے۔ تم دوست ہو میرے، اتنی رعایت تو کر ہی سکتا ہوں۔" وہ شانے اچکا کر بولا۔ کیا شان بے نیازی تھی۔

"تم نہیں سدھر سکتے۔" عیاد کھل کر ہنسا تھا۔ ضارب نے مسکرا کر سر کو یوں خم دیا جیسے اسے داد دی گئی تھی۔

"تمہارے لیے کافی منگواتا ہوں۔" تھوڑی دیر بعد عیاد اپنی جیب سے موبائل نکال کر بولا۔

"شاید میں واحد شخص ہوں گا جس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی چاہت کو ٹھکرا کر، سالوں اس کا انتظار کیا ہے۔" گزرے وقت کی کوئی یاد آئی تو اس نے سامنے لگی وال کلاک کی جانب گھور کر بے ساختہ سوچا۔

اور پھر یہ یادیں وقت کی قید سے آزاد ہوتی ہیں، دل میں ایک گہری چبھن چھوڑ جاتی ہیں۔

* * *

اٹھی ہوئی گردن اور متوازن قدموں کے ساتھ وہ اندر کی جانب بڑھ رہی تھی۔

اس کے ہر قدم میں ایک رعب و رعنائی اور ہر چال میں ایک کشش و دلربائی تھی۔

وہ اپنے دشمنوں پر غضب کی مانند تھی۔ اس کی بنفشی آنکھیں قہر کی علامت تھیں۔ کسی کے بس کی بات نہ تھی کہ اس کی نگاہوں کا سامنا کر سکے۔

وہ آسمان پر کڑکتی بجلی کی چمک کی طرح تھی۔

وہ پورے ای ٹی ایف آئی کے ہیڈ کوارٹر میں "فیئیسٹی ایلا" کے نام سے مشہور تھی۔ جس کا اس کے علاوہ سب کو پتہ تھا۔ کیا واقعی اسے نہیں پتہ تھا؟

بظاہر، اسے "فیئیسٹی ایلا" کہنے والے لوگ دل سے اس کی شخصیت کے معترف تھے۔

اس کی ہر ادا اور ہر بات میں ایک خاص نوعیت کا سحر اور اعتبار تھا۔

وہ جہاں سے گزرتی تھی، وہاں ہر سمت پر اس کا وقار چھا جاتا تھا جیسے ہواؤں میں آگ کا سا اثر ہو۔ اس کی موجودگی سے ہر منظر میں ایک خاص نوعیت کا جلال و کمال در آتا تھا جو سب کو متاثر کر دیتا تھا۔

"کیا آفیسر ضارب آ گئے ہیں؟ ایجنٹ ایلا نے ٹھہر کر ماتھے پر جھولتی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے پاس سے گزرتے ایک ورکر سے پوچھا۔

"جی، ابھی تک تو نہیں آئے۔" ورکر نے ہونٹ تر کرتے ہوئے معصومانہ انداز میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، وہ جیسے ہی آئیں، انہیں میرے آفیس میں بھیج دینا۔" وہ ایک نزاکت سے ہاتھ اٹھا کر بولی اور اسے جانے کا اشارہ کیا۔ کچھ دیر چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر اپنے آفیس کی جانب چل پڑی۔

ایجنٹ ایلا ایک **لیڈ ایلیٹ ایجنٹ** تھی جو سب سے **ممتاز** ایلیٹ ایجنٹس کے لیے **مختص** ایک **ممتاز** رینک تھا۔ ایجنٹ ایلا متعدد ہائی پروفائل کیسز حل کرنے کے بعد اس معزز مقام پر فائز ہوئی تھی۔

آدھے گھنٹے بعد

ایجنٹ ایلا کے آفیس میں آفیسر ضارب اور ایجنٹ ایلا ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

"جی آفیسر ضارب، آپ مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتے تھے۔" ایجنٹ ایلا استفہامیہ انداز میں بولی۔ اور پھر اٹھ کر ایک کونے میں پڑے روم ریفریجریٹر میں سے دو کولڈ ڈرنکس کے کین نکال کر لائی۔

"یہ کیس بہت پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے۔ پہلے تو میں اس بات کو فراموش نہیں کر پا رہا کہ اس گودام میں اس نامعلوم شخص نے مجھے کیوں بلایا؟ جب مجھ سے ملنا ہی نہیں تھا۔ دوسری بات اس نے ہمیں جو ثبوت دیے یعنی وکٹم کی انفورمیشن ہارڈ فارم میں ایک خاکی لفافے میں کیوں دی؟ جبکہ وہ کوئی پین ڈرائیو بھی یوز کر سکتا تھا۔ تیسری اور سب سے اہم بات ہم ابھی تک اس شخص کو ٹریس نہیں کر پائے کہ وہ شخص تھا کون؟ اس نے وہ ثبوت ہمیں کیوں دیے؟" وہ ایلا کے ہاتھ سے کولڈ ڈرنک کا کین تھامتے ہوئے الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہمم، میں بھی ان سب میں الجھی ہوئی ہوں۔" وہ کولڈ ڈرنک کا سپ لیتے ہوئے جھنجھلاہٹ آمیز لہجے میں بولی۔ "اور وہ کریپٹک میسج "silent storm is brewing" جو مجھے اسی نمبر سے موصول ہوا تھا جس نمبر سے اس نامعلوم شخص نے رابطہ کیا تھا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟" ساتھ ہی ایجنٹ ایلا تشویشی انداز میں بولی۔

ایجنٹ ایلا کا آفیس ماڈرن اور نفیس تھا، جہاں ایک بڑی کھڑکی شہر کے منظر کو پیش کر رہی تھی اور ایک ڈیسک پر کمپیوٹر اور کچھ فائلیں بکھری ہوئی تھیں۔ دیوار پر ایک چھوٹا سا وائٹ بورڈ تھا جس پر نوٹس اور خاکے بھرے ہوئے تھے، جو کیس پر اس کی بے پناہ محنت کی نشاندہی کر رہے تھے اور سرخ مارکر سے لکھا ہوا کریپٹک میسج "silent storm is brewing" نظر آ رہا تھا۔

کریپٹک میسج وہ ہوتا ہے جو جان بوجھ کر مبہم اور مشکل انداز میں لکھا گیا ہو تاکہ اسے سمجھنا یا تشریح کرنا مشکل ہو۔

"مجھے نہیں معلوم۔ ہو سکتا ہے یہ کوئی وارننگ ہو۔" آفیسر ضارب نے کولڈ ڈرنک کا گھونٹ بھرا اور شانے اچکائے۔

"لیکن مجھے لگتا ہے کہ یہ صرف ایک وارننگ نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کسی بڑی چیز کی جانب اشارہ ہے۔" اس نے آنکھیں سکیڑیں۔

"کون سی چیز؟" آفیسر ضارب نے تجسّس سے پوچھا۔

"میں پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتی، لیکن میں سوچتی ہوں کہ یہ وکٹم کے قتل سے جڑا ہوا ہے۔ شاید وہ شخص ہمیں کچھ بتانے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن ایک خفیہ انداز میں۔ اور مجھے یہ بھی لگتا ہے وہ نامعلوم شخص ہی قاتل ہے۔ لیکن اس میں الجھ جاتی ہوں کہ قاتل ہماری مدد کیوں کرے گا؟ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو ثبوت اس نے ہمیں دیے وہ آتھنٹک تھے۔"

"شاید یہ ایک 'ریڈ ہیرنگ' ہے" آفیسر ضارب نے تجویز دی۔ "جو ہمیں غلط راستے پر ڈالنے کے لیے ہے۔"

ریڈ ہیرنگ ایک ایسی فریب کار علامت یا معلومات ہوتی ہے جو اصل مسئلے یا حقیقت سے توجہ ہٹانے کے لیے پیش کی جاتی ہے۔

"اس کیس میں وکٹم بھی انوسنٹ نہیں ہے۔ قاتل سے زیادہ وکٹم مشکوک ہے۔ ہمیں سب سے پہلے یہ پتہ لگانا ہے کہ قاتل کا قتل کے پیچھے کیا موٹیو تھا؟ اب کے آفیسر ضارب سنجیدگی سے بولا۔

"مجھے ایسا لگتا ہے اگر ہم نے معلوم کر لیا کہ اس الماری کے اندر کیا ہے تو ہم %50 کیس حل کر لے گیں۔" ایجنٹ ایلا کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"اور مجھے لگتا ہے وقت کا بڑا عمل دخل ہے ہر چیز میں۔" آفیسر ضارب سرگوشی نما آواز میں بولا۔

وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کا دماغ پیچیدہ خیالات کی بھول بھلیاں میں کھو گیا تھا جیسے کوئی ماہر کاریگر دھاگوں کا تانہ بانہ بناتا ہو۔ ہر خیال، ہر لمحہ کی تفصیل، ذہن کی پناہوں میں ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ جڑ رہی تھی۔

✧✧✧✧✧✧✧✧✧✧

"سوچا تھا شادی کے بعد تمہیں دنیا سے چھپا کر کہیں دور لے جاؤں گا۔ پر تم تو مجھ سے ہی چھپ گئی ہو۔" اس کے ہونٹوں میں تلخ سی مسکراہٹ ابھری۔ وہ اپنے کمرے میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے، آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔

"تم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے لیے پہلے سے بھی زیادہ ضروری ہوتی جا رہی ہو۔" تکلیف کی لہر تھی جو اس نے اپنے دل میں محسوس کی۔

تمہارے بغیر میری زندگی سسک رہی ہے۔ میں پھر بھی زندہ ہوں۔" اس کے ہونٹوں پر پھر تلخ مسکراہٹ ابھری۔ "لیکن میرا دل پژمردہ ہے، میری روح خاک ہو گئی ہے۔" وہ گہری سانس لیتے ہوئے بڑبڑایا، اسے سانس لینے میں دشواری محسوس ہوئی۔

"ایسے کون کرتا ہے، یار۔ ایسے کون کسی کو چھوڑ کر جاتا ہے؟" وہ تصور میں سنیلہ کو لاتے ہوئے، اس سے مخاطب ہوا۔

کمرے میں مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی جیسے ہر چیز نے خاموشی اور رنج و حزن کی چادر اوڑھ رکھی ہو۔ ہر گوشہ، ہر کونا جیسے گہرے دکھ کی سیاہی میں ڈوبا ہوا تھا۔

وہ وقت میں پھر سے پیچھے جانے لگا۔ ماضی کی پرچھائیاں اسے پھر سے اپنی جانب کھینچ رہی تھیں۔

اس کے سنیلہ کو پروپوز کرنے کے بعد

"میں تم سے بات کر رہی ہوں اور تم کدھر دیکھ رہے ہو؟ سنیلہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور قدرے خفگی سے بولی۔

وہ دونوں کیمپس کے گراؤنڈ میں گھاس پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وقت دوپہر کا تھا۔ لیکن آسمان گہرے، مہیب خاکستری رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ سیاہ بادل ہر سمت میں بلبلاتے اور مڑتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ سرد ہواؤں کے جھونکوں نے فضا کو حسین کر دیا تھا۔ ہوا میں مختلف پھولوں کی لطیف خوشبو اور دور سے آتی کسی کے فون سے موسیقی کی مدھم دھن نے ماحول کو جادوئی بنا دیا تھا۔ آسمان پر بادل مزید گہرے ہوتے جا رہے تھے اور ایک چمکتا پتنگا ان کے سروں کے گرد محوِ رقص تھا۔

"میں تمہیں ہی سن رہا تھا، بس دیکھ اس پھول کو رہا ہوں" وہ ابھی بھی سنیلہ کے پیچھے دور، گلاب کے پودے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"جب میں بات کر رہی ہوتی ہوں تو تمہیں چاہیے کہ مکمل میری جانب متوجہ رہو۔"

وہ نروٹھے پن سے بولی۔ اس کے لہجے میں ایک مان تھا کہ سامنے بیٹھا شخص اس کے کہے کے مطابق ہی کرے گا۔

"میں تو بس یہ دیکھ رہا تھا کہ وہ پھول زیادہ پیارے ہیں یا میرے پاس بیٹھا پھول۔ اور یقین کرو، دل نے صاف گواہی دی اور گلاب کے پھولوں سے کہا کہ تم میں وہ بات نہیں ہے جو میرے محبوب پھول میں ہے۔"

وہ اس کی جانب دیکھ کر بال کھجاتے ہوئے شریر انداز میں بولا۔

سنیلہ کچھ نہ بول سکی۔ ایک تیز ہوا کا جھونکا اس کے پاس سے گزرا تھا۔ ایک پل کو اس کی سانس رکی تھی۔ دھڑکنیں تیز ہو گئیں تھیں۔ یہ شخص اس کی زندگی کا گراں قدر حصہ بنتا جا رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکنوں میں صرف اسی کا نام گونجتا تھا۔ جو بھی ہو رہا تھا وہ خود بخود ہو رہا تھا۔ لیکن اسے اچھا لگ رہا تھا۔ وہ سادہ سی لڑکی پھر سے خواب دیکھنے لگی تھی۔

"سنیلہ صاحبہ، میں ایسا کوئی ابھی حق تو نہیں رکھتا، لیکن آپ اجازت دے تو میں یونہی پہروں بیٹھ کر بنا پلک جھپکائے، آپ کو دیکھ سکتا ہوں۔"

ساتھ ہی چہرے کے نیچے ہاتھ رکھے سرمئی آنکھوں والا شہزادہ امبر آنکھوں میں گم ہوتے ہوئے بولا۔ اس کی آنکھوں نے اس کی آنکھوں کو بہت کچھ کہا تھا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اس کے لفظوں میں سچائی کی خوشبو ہے۔ وہ یوں چہرے کے نیچے ہاتھ رکھے، دل کی گہرائیوں سے بولتا ہوا کسی مستانے کی طرح لگ رہا تھا۔

"تم ایسے بولتے ہوئے نیمو کی طرح کیوٹ لگ رہے ہیں۔" سنیلہ مسکراتے ہوئے بولی۔ یہ لڑکیاں ہر چیز میں کیوٹنیس کو کیوں لے آتی ہیں؟

"نیمو؟ یہ کیا ہے؟"

ایک طلسم تھا جو ٹوٹا تھا۔ وہ سیدھا ہوتے ہوئے قدرے حیرت سے بولا۔ وہ امید کر رہا تھا کہ وہ جواب میں کچھ اچھا بولے گی۔

سنیلہ نے اس کے بولتے ہی اپنا موبائل پکڑا اور گوگل پر کچھ سرچ کرنے لگی۔ وہ اس کی ساری کاروائی دیکھ رہا تھا۔ "یہ دیکھو، یہ ہے نیمو۔" اس نے موبائل کی سکرین اس کے سامنے کی۔ جیسے ہی اس نے سکرین پر دیکھا تو اس کو ٹھیک ٹھاک صدمہ لگا۔

"تم نے شاید غلط تصویر دکھا دی ہے۔" اس سے بولا گیا تو بس اتنا ہی۔

"ارے نہیں، یہی تو ہے نیمو۔ کتنا کیوٹ ہے۔ اس کی اینیمیٹڈ مووی ہے 'فائنڈنگ نیمو'۔" سنیلہ موبائل اپنی جانب کرتے ہوئے فدا ہونے والے انداز میں بولی۔

"نیمو؟" ڈائری والے لڑکے کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ یعنی وہ اس کو ایک مچھلی سے تشبیہ دے رہی تھی، سیریسلی؟

"تمہیں میں ایک مچھلی لگتا ہوں؟" حیرت ہی حیرت تھی۔

"ہاں، ایک کیوٹ مچھلی۔" وہ ہنوز موبائل کی جانب دیکھتے ہوئے چنچل لہجے میں بولی۔

"کیا واقعی میں ایک مچھلی ہوں؟" اس کا صدمہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

سنیلہ نے موبائل سے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تو اس کی شکل دیکھ کر اسے ہنسی آئی اور وہ پھر موبائل کو ایک جانب رکھے کھکھلا کر ہنس دی۔

ڈائری والے لڑکے کے تاثرات بدلے۔ اسے یوں ہنستا دیکھ کر اس کے بھی ہونٹوں میں مسکراہٹ ابھری۔ "اب یہ نیمو والی مووی بھی دیکھنی پڑے گی۔" وہ سر کھجاتا ہوا اپنے آپ میں ہی بڑبڑایا تھا۔

اس نے ایسی لڑکی کو پسند کیا تھا جو کبھی کبھی حقیقت سے قریب باتیں کرتی تھی اور کبھی فیری ٹیلز میں کھو جاتی تھی۔ لیکن وہ اسے پسند تھی۔ وہ جیسی تھی اسے ہر حال میں قبول تھی۔

وہ پھر چہرے کے نیچے ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ "اگر تم یوں ہنسوں گی تو میں تمہارے لیے مچھلی بننے کے لیے بھی تیار ہوں۔" سنیلہ کو اسے پھر سے یوں بات کرتے ہوئے دیکھ کر ہنسی آگئی۔

"میں اپنی پوری زندگی میں اتنا کھل کر نہیں ہنسی جتنا آج ہنسی ہوں۔ میں نے جو چیز شدت سے چاہی، مجھے مل گئی۔ اب موت بھی آجائے تو کوئی غم نہیں ہو گا۔" زیادہ ہنسنے کی وجہ سے وہ ہانپتے ہوئے بولی۔

"سنیلہ صاحبہ، سوچ سمجھ کر بولا کریں نازک سا دل ہے بندے کا ادھر اُدھر ہو جاتا ہے۔" وہ جو مسرور ہوتے ہوئے اس کی بات سن رہا تھا، اس کی آخری بات پر اس کا دل کانپا تھا۔ وہ اکثر ایسی باتیں کیا کرتی تھی، یہ جانے بغیر کہ اس پر، اس کے الفاظوں کا کیا اثر ہوتا ہے؟

"اونہوں، فکر نہ کرو۔ کوئی ہو نہ ہو، سنیلہ المیر اب تمہارے ساتھ ہمیشہ رہے گی۔" سنیلہ نے اسے حیرت سے دیکھا اور پھر اس کی بات کو سمجھتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

ٹھنڈی ہوائیں ان کے درمیان سرک رہی تھیں۔ وہ کچھ پل یونہی ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

"اچھا؟ کیا تمہارے والد صاحب ظالم سماج نہیں بنے گے؟" وہ سنبھلتے ہوئے مسرت سے بولا۔

اس کی آنکھوں میں ڈوبنے کے بعد، ان سے نظریں ہٹانا بھی ایک ناممکن سا عمل تھا اس کے لیے۔

اس نے پہلی بار ان آنکھوں میں دیکھا تھا تو اسے یہ آنکھیں انجان لگی تھیں۔

دوسری بار دیکھا تو دل کی لگان محسوس ہوئیں۔

تیسری بار دیکھا تو ان کی محبت کا سحر دل میں بس گیا۔

اور چوتھی بار دیکھا تو وہ چھ فٹ کا شخص پورا کا پورا عالمِ عشق میں گم ہو گیا۔

"نہیں۔ وہ اور ان کے گھر والے تو خوش ہونگے کہ سنیلہ ان کی زندگیوں سے چلے جائے گی، پھر چاہے کہا بھی جائے، کس کے ساتھ بھی جائے، انہیں فرق نہیں پڑے گا۔" ایک دم سے اداسی نے اسے گھیر لیا تھا۔

اس کی سوتیلی ماں اس کے ساتھ روایتی سوتیلی ماؤں والا سلوک تو نہیں کرتی تھیں، ہاں لیکن اسے گھر میں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ سنیلہ ان کے لیے گھر میں غیر ضروری سامان کی طرح تھی۔ سنیلہ کی

سوتیلی ماں صرف لوگوں کے سامنے دکھاوا کرتی تھیں کہ انہوں نے سوتن کی بیٹی کو اپنی سگی اولاد کی طرح کتنے اچھے سے پالا ہے۔ اور اس کا باپ؟ وہ تو اس کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کر کے سمجھتے تھے کہ وہ اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ سنیلہ کو یاد نہیں پڑتا تھا کہ کبھی انہوں نے زندگی میں اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ بھی رکھا ہو۔ ساری زندگی صرف اس کی ضرورتیں پوری ہوئی تھیں، اس کی خواہشیں اور نکھرے کسی نے نہیں اٹھائے تھے۔ اسی لیے وہ ایک حساس لڑکی تھی۔ اپنے باپ کے گھر رہتے ہوئے بھی وہ یتیموں کی طرح زندگی گزار رہی تھی۔

اگر ہم غور کریں تو ضرورتیں ہر انسان کی کسی نہ کسی طرح پوری ہو ہی جاتی ہیں۔ لیکن خواہشیں کسی کسی کی پوری ہوتی ہیں۔ ناز نکھرے اٹھانے والے اور چاہنے والے کسی کسی کو ہی ملتے ہیں۔

"تھینک گاڈ، میں تو سوچ رہا تھا کہ نجانے مجھے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے، رانجھا کی طرح کھیتوں میں کھپنا پڑے گا، فرہاد کی طرح پہاڑوں کو کاٹنا پڑے گا، یا پھر قیس (مجنوں) کی طرح صحراؤں میں بھٹکنا پڑے گا اور ہر لمحہ دل کے دکھ میں آہیں بھرنی پڑیں گی۔ لیکن یہ تو آسان نکلا۔" وہ اس کا موڈ بدلنے کی خاطر شوخ مزاجی سے بولا۔

لیکن کسے پتا تھا اس وقت کے اس کی زندگی میں بھی رانجھا، فرہاد اور قیس کی طرح آہیں بھرنا لکھ دیا گیا تھا؟

سنیلہ اس کے انداز پر مسکرا دی تھی۔ وہ ہمیشہ کی طرح اس کا دھیان بھٹکانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"ویسے یہ نیمو کی جگہ تم مجھے ٹینگلڈ مووی میں موجود یوجین بھی کہہ دیتی تو مجھے زیادہ صدمہ نہ لگتا۔" پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولا۔

"یعنی تمہیں مچھلی سے زیادہ ایک چور ہونا منظور ہے۔۔۔" سنیلہ بولتے بولتے رکی۔

اس نے آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھا۔ "تمہیں کیسے پتہ کہ اس مووی کا نام ٹینگلڈ ہے؟ میں نے تو نہیں بتایا تھا۔"

"وہ ایکچویلی اس دن جب تم اس مووی کی سٹوری کے بارے میں بتا رہی تھی تو بعد میں، میں نے یہ مووی سرچ کر کے دیکھی تھی۔"

"تم نے اینیمیٹڈ مووی دیکھی تھی؟ تمہیں تو اینیمیٹڈ موویز میں کوئی دلچسپی نہیں ہیں تو پھر؟" سنیلہ کو حیرت ہوئی۔

"یونہی۔" وہ شانے اچکا کر لاپرواہی سے بولا۔

ماضی کی یاد کا بلبلہ ٹوٹ گیا تھا۔ صرف وہ تھا، ایک تاریک کیمرہ، اور اس کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی زندگی۔

کیسا نصیب لکھوا لایا تھا یہ شخص، جس کی محبت کا ستارہ چمکنے سے قبل ہی بری طرح ڈوب گیا تھا۔

✧✧✧✧✧✧✧✧✧✧

وہ "The Sky Restaurant" کی ماربل کی سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا اندر کی جانب بھر رہا تھا۔ پھر وہ ایلیویٹر کے آگے آ کر کھڑا ہوا، ایلیویٹر کے کھلتے ہی اندر داخل ہوا اور اٹھارویں فلور کا بٹن دبایا۔ اٹھارویں فلور پر پہنچتے ہی وہ ایلیویٹر سے باہر آیا اور گہری سانس لی۔

یہ فلور اس ریسٹورنٹ کا "روف ٹاپ" تھا۔ چاروں طرف ویٹرز ادھر اُدھر جاتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ سیاہ کرسیوں پر بیٹھے لوگوں کی تعداد کم تھی، جس کی وجہ سے ماحول میں ایک پر سکون خاموشی تھی۔

نیلے اور زرد آسمان پر سورج کی نرم شعاعیں چھلک رہی تھیں۔

ضارب یزدان نے اپنی کلائی میں بندھی گھڑی کی جانب دیکھا۔ وہ پانچ منٹ لیٹ تھا، ہائی ٹی کا وقت چار بجے کا تھا۔ ریسٹورنٹ میں ایک میز پر ہائی ٹی کا بوفے اس خوبصورتی سے سجایا گیا تھا کہ ہر قسم کی لذیذ ڈشز اور چائے کی خوشبو فضا میں پھیل رہی تھی۔

ضارب اس جانب بڑھا اور اپنے پسند کی ڈیشیز کو ایک پلیٹ میں ڈال کر اپنے بیٹھنے کے لیے کسی میز کا انتخاب کرنے ہی والا تھا کہ اس کی نظریں شیشے کی ریلینگ کے قریب ہی ایک میز پر بیٹھی لڑکی پر ٹھہر گئیں۔ اسے اس پر نیمل کا گمان ہوا۔

"نیمل"؟ اس نے جب قریب جا کر دیکھا تو وہ نیمل ہی تھی۔ ضارب کو اسے وہاں دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

"تم یہاں؟" منٹ مار گریٹا پیتی لڑکی نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تو ٹھٹکی۔ پھر ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر بولی۔

"میں یہاں بیٹھ جاؤں؟ ضارب نے اس سے اجازت چاہی۔

"شیور۔" نیمل تھوڑی کے نیچے دونوں ہاتھوں کو رکھے خوش مزاجی سے بولی۔ وہ پلیٹ ٹیبل پر رکھے اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا۔

"تو آفیسر صاحب کو اتنا وقت مل گیا کہ وہ ہائی ٹی انجوائے کرنے آئے ہیں؟" اس نے طنز نہیں کیا تھا۔ بلکہ عام سے لہجے میں مسکراتی آنکھوں کے ساتھ پوچھا تھا۔

"آج ویکنڈ تھا تو سوچا کیس سے ہٹ کر بھی کھلی ہوا میں سانس لے لیا جائے۔" وہ شیشے کی ریلینگ کے پار دیکھتے ہوئے بولا۔ یہاں سے دور تک پھیلا لاہور شہر دکھائی دے رہا تھا۔

"اور تم؟ تم بھی تو خاصی مصروف رہتی ہو؟" اب وہ اس کی جانب متوجہ ہو کر مسکراتے ہوئے بولا۔

وہ اس وقت اپنی کالی وردی موجود نہیں تھا بلکہ گرے پینٹ کے اوپر لائٹ بلیو پولو شرٹ میں ملبوس ہمیشہ کی طرح ڈیسنٹ اور وجیہہ لگ رہا تھا۔ بھوری آنکھیں اور اس کی بائیں بھویں پر موجود تل، جب وہ ابرو سکیڑتا تھا تو انتہائی پر کشش لگتا تھا۔ چھ سالوں نے اس کی شخصیت کو مزید نکھارا تھا اور وہ پہلے سے کہیں زیادہ جاذب نظر دکھائی دیتا تھا۔

"یہ میرا "Me Time" ہے۔ میں اپنے آرام اور self reflection کے لیے اپنی بیزی روٹین میں سے اس کے لیے وقت ضرور نکالتی ہوں۔" وہ سیدھی ہوتے ہوئے پائپ سے منٹ مارگریٹا کا سپ لیتے ہوئے بولی۔

Self reflection ایک ایسا عمل ہے جس میں آپ اپنے خیالات، جذبات اور اعمال کا جائزہ لیتے ہیں تا کہ آپ خود کو، اپنی شخصیت کو اور اس دنیا میں اپنی موجودگی کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔

"اوہ، تو میں نے تمہارے "Me Time" میں خلل ڈال دیا۔" وہ اپنی پلیٹ میں موجود براؤنی سے انصاف کرتا ہوا مسکرا کر بولا۔ وہ شرمندہ تو بالکل بھی نہیں تھا۔

"نو پروبلم، اب آ گئے ہو تو کیا، کیا جا سکتا ہے۔" وہ شانے اچکا کر مسکرا کر اسی کے انداز میں بولی۔

"ویسے مجھے ایسا لگتا ہے کہ "Me Time" صرف اینٹی سوشل ہونے کی ایک فینسی ٹرم ہے۔ ہم ایسا اکثر تب کرتے ہیں جب ہم حقیقت سے فرار حاصل کرنا چاہتے ہو۔" کچھ دیر آکوارڈ سی خاموشی رہنے کے بعد وہ اس کی جانب دیکھ کر بولا۔

"ایسا نہیں ہے۔ اسے سیلف کیئر کہتے ہیں۔ ذہنی اور جذباتی طور پر، مجھے اس وقت کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ میں سوچ سکوں، آرام کر سکوں، اور تازہ دم ہو سکوں۔ میں ہر چیز سے پہلے اپنے ذہنی سکون اور اپنی بھلائی کو ترجیح دیتی ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "یہ دنیا کی ہلچل سے الگ ہو کر اپنے آپ میں غرق ہونے کا موقع ہوتا ہے۔ اس وقت مجھے لوگوں سے دور، تنہائی میں سکون ملتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے میرے باقی کے کام ڈسٹرب نہیں ہوتے اگر آپ کی ہر کام کو مینج کرنے کی اسٹریٹیجی اچھی ہو تو آپ ہر کام وقت پر کر سکتے ہیں۔" اب وہ اس کی جانب دیکھ کر ہلکا سا مسکرائی تھی۔

ہر انسان کو اپنے لیے "Me Time" ضرور نکالنا چاہیے، تا کہ ذہن، جسم اور روح کو تازگی مل سکے۔ "Mindful Me Moments" کو روزمرہ کی زندگی میں شامل کر کے انسان سٹریس کو کم کر سکتا ہے اور self-awareness کو بڑھا سکتا ہے۔

"آہاں، تو اسی لیے تم اتنی کالم رہتی ہو۔"

"Probably" وہ مسکرائی۔

"اور مل کا کام کیسا جا رہا ہے؟" ضارب نے پوچھا۔

"اچھا جا رہا ہے، وقت کے ساتھ سیکھ ہی لیا سب۔" وہ منٹ مارگریٹا کے گلاس میں پائپ کو گھماتے ہوئے بولی۔

"ویل آئم امپریسڈ جیسے تم نے خالو کی مل کو سنبھالا اور اپنے کرافٹینگ کے بزنس کو بھی مینج کر رہی ہو۔" وہ متاثر کن انداز میں بولا۔

"بابا کے مل کو سنبھالنا میری زمہ داری تھی۔ انہوں نے بہت محنت سے، دل سے اسے بنایا تھا۔ بابا کے مینجر بہت اچھے تھے، اس سارے عرصے میں انہوں نے میرا بہت ساتھ دیا۔ اور کرافٹینگ میرا شوق ہے۔" اس کے لہجے کا انداز پہلے کی طرح نہیں تھا۔ اب لہجے میں آسودگی تھی۔

نیمل نے اس عرصے میں صالک صاحب کی ٹیکسٹائل مل کو بہت اچھے سے سنبھال لیا تھا۔ شروع میں یہ آسان نہیں تھا اس کے لیے، اسے بہت محنت کرنی پڑی تھی، بہت کچھ سیکھنا پڑا تھا۔ اور یہ سب اسی وجہ سے ممکن ہوا تھا کہ وہ رکی نہیں تھی زندگی نے اسے گرایا تھا تو وہ کسی کے سہارے کے بغیر خود کھڑی ہوئی تھی۔ اسے کھڑا ہونا ہی تھا کیونکہ وہ اپنے گھر کی بڑی بیٹی تھی۔ اسے اپنوں کو سنبھالنا تھا۔ اسے اپنے چھوٹے بھائی پر کسی قسم کی زمہ داریوں کا بوجھ نہیں پڑنے دینا تھا۔ کرافٹینگ کا بزنس اس کا شوق تھا جسے وہ صرف خود کی محنت سے اگے بڑھانا چاہتی تھی۔ یہ اس کا آنلائن بزنس تھا جسے وہ اپنی چھوٹی سی ٹیم کے ساتھ مینج

کرتی تھی۔ وہ مختلف چیزیں جیسے ہینڈ میڈ جیولری، ووڈ ورکنگ آئٹمز، کسٹم آرڈرز، ہوم decor آئٹمز وغیرہ سیل کرتے تھے۔

"تم ڈرائیور کے ساتھ آئی تھی؟ میں تمہیں گھر چھوڑ آتا ہوں۔ دادی اور خالہ سے بھی مل لوں گا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ بولا۔ نیمل کا ارادہ بھی جانے کا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا اور ڈرائیور کو میسج کر کے بتا دیا کہ وہ اسے لینے نہ آئے۔

وہ ریسٹورنٹ سے باہر نکل آئے تھے۔ ضارب کی گاڑی تھوڑا آگے کر کے کھڑی تھی وہ ایک ساتھ پیدل چل رہے تھے۔

"جانتی ہو نیمل، جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تو وہ اپنے گھر میں اپنی ماں کے ساتھ سارا دن بے فکری سے گزار دیتے ہیں۔ لیکن جیسے ہی رات کا اندھیرا چھانے لگتا ہے، وہ بے صبری سے اپنے باپ کے گھر آنے کا انتظار کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جو سکون اور تحفظ انہیں رات میں اپنے باپ کی موجودگی میں محسوس ہوتا ہے، وہ صرف ماں کے ہونے سے نہیں ہوتا۔"

ضارب چلتا ہوا ایک گاڑی کے سامنے ایک بچہ جو روتے ہوئے اپنے باپ سے کسی چیز کی ضد کر رہا تھا، اسے دیکھ کر رکا اور گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ اس کے بولنے پر نیمل بھی رکی تھی۔ اس کی حالت بھی ضارب سے مختلف نہ تھی۔ ضارب نے سر جھٹکا اور اس کی جانب دیکھ کر اگے کی جانب بڑھا، نیمل بھی ساتھ ہی آگ بڑھی۔

ابھی وہ تھوڑا سا ہی اگے بڑھے تھے کہ سامنے سے آتی ہوئی ایک سانولے سے رنگ کی بوڑھی عورت نے نیمل کو رکا تھا۔

"بٹیا تیرے چٹے ہاتھ کتنے سوہنے ہے۔ میرے سے ہاتھوں میں چھاپا لگوا لے۔ مجبور ہوں، پانچ بچے ہیں میرے۔ اپنا کام کرتی ہوں، کسی سے مانگتی نہیں ہوں۔" وہ بوڑھی عورت سر پر ایک بڑی سی ٹوکری

اٹھائے، کلائیوں میں بڑھ بڑھ کر چوڑیاں پہنے، سادے اور پرانے سے لباس میں ملبوس، التجا کرنے والے انداز میں بولی تھی۔

نیمل کو اسے بیچارگی سے بولتے ہوئے دیکھ کر ترس آیا تھا۔ اس نے ضارب کی جانب دیکھا وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ نیمل نے اس عورت کی جانب دیکھ کر خامی بڑھ لی۔ اسے یہ سب پسند نہیں تھا، لیکن وہ مان گئی تھی۔ وہ عورت خوش ہو گئی اور وہی نیچے بیٹھ کر اپنے ٹوکری میں سے سامان نکالنے لگی۔ پھر اس نے نیمل کو ہاتھ آگے بڑھانے کا کہا اور اس کے بائیں ہاتھ پر مہندی کے خوبصورت ڈیزائن کا چھاپا لگا دیا۔

"جی کتنا سوہنا لگ رہا ہے، آپ کے ہاتھ پر۔" وہ عورت فدا ہوئی تھی۔

"اللہ آپ دونوں کی جوڑی کو سلامت رکھے۔ صدا ایک ساتھ رہے جی۔ اللہ بری نظروں سے بچائے۔۔۔

وہ عورت بول رہی تھی اور نیمل کے کانوں سے دھواں نکلنا شروع ہوا۔ اس نے پیچھے مڑ کر ضارب کی جانب دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملنے پر نیمل کو شرمندگی ہوئی تھی۔ اس نے جلدی سے اپنے کلچ میں سے اس عورت کو پیسے دیے اور غصے سے آگے بڑھ گئی۔ البتہ اس عورت نے اس کے رویے کو محسوس نہیں کیا اور نہ ہی ضارب نے۔ وہ تو اس عورت کی دعاؤں سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"دعا کیجیے گا کہ وہ میرا نصیب بن جائے۔" نیمل کے جاتے ہی وہ دلکشی سے مسکراتا ہوا اس عورت سے بولا تھا۔

پھر اس نے اپنی جیب سے والٹ نکال کر پانچ ہزار کا نوٹ اس کے حوالے کیا۔ جسے اس عورت نے لینے سے انکار کر دیا۔ پھر ضارب کے لاکھ کہنے کے بعد وہ مان گئی تھی۔

اس نے گہری سانس لے کر آسمان کی جانب دیکھا اور پھر آگے بڑھتی نیمل کی پشت کو۔ وہ پورے دل سے مسکرایا تھا۔ اسے لگا کہ آسمان بھی مسکرایا ہے اور آس پاس لہلہاتے درخت بھی مسکرا رہے ہیں۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ اس کے مسکرانے پر پوری دنیا مسکرائی ہے۔

✧✧✧✧✧✧✧✧✧✧

رات کی ہوا تازہ اور ٹھنڈی تھی، جو چمبیلی کی خوشبو سے بھری ہوئی تھی۔ ایک پارک میں دو لڑکے پرانے لکڑی کے بنچ پر پہلو بہ پہلو ایک بلند درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"ضارب!" عیاد اس کا نام لے کر کچھ پل کے لیے رکا اور پھر بولا۔ "میں نے تم سے کبھی نہیں پوچھا کہ تمہیں برا نہ لگے پر آج پوچھنا چاہتا ہوں، تم نے اس سے جھوٹ کیوں بولا؟ چاہنے کے باوجود اسے کیوں چھوڑا؟" عیاد سینے پر ہاتھ باندھے، بینچ کے ساتھ ٹیک لگائے دور کہیں کرکٹ کھیلتے لڑکوں کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

ضارب آگے کی جانب قدرے جھک کر گھٹنوں پر کہنیاں ٹکائے، نظریں زمین پر مرکوز کیے بیٹھا تھا۔

نیمل کو صالک ہاؤس چھوڑ کر، تھوڑی دیر وہاں بیٹھنے کے بعد وہ عیاد سے ملنے پارک آگیا تھا۔

عیاد کے بولتے ہی اس نے گہری سانس لی اور سیدھا ہو کر بیٹھا اور اس کی جانب دیکھے بغیر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو مسلتے ہوئے بولا۔ "کیونکہ شاید کھونے سے پہلے مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں کیا کھونے جا رہا ہوں۔" وہ تلخی سے مسکرایا تھا۔ "اور بعض دفعہ ہم اپنے آپ کا ایک ایسا حصّہ کھو دیتے ہیں، جس کے بعد مستقل بے چینیاں اور پچھتاوے رہ جاتے ہیں۔" عیاد کچھ نہ بولا، خاموش رہا۔

انسان کی فطرت بھی کتنی عجیب ہے نا جب کوئی چیز آسانی سے میسر ہو تو اس کی اہمیت کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ لیکن جب وہی چیز اس کی دسترس سے دور چلی جائے تو اسے ادراک ہوتا ہے کہ اس نے کیا کھویا تھا۔

"تمہیں بتایا تھا نانا بابا کے جانے کے بعد مجھے monophobia ہو گیا تھا۔ یہ خوف کہ جو بھی میری زندگی میں آئے گا، مجھے چھوڑ کر چلا جائے گا اور میں اکیلا رہ جاؤں گا۔ یہ خوف اتنا debilitating ہو گیا تھا کہ اس نے مجھے ذہنی طور پر مفلوج کر دیا تھا۔ جب میں اکیلا ہوتا تھا تو اس ڈر میں، میں کبھی کبھی extreme ہو جاتا تھا۔ میں، میں نہیں رہتا تھا۔ لیکن پھر بھی میرا خود پر اتنا قابو تھا کہ میں نے کبھی بھی عدیوا اور ممی پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ ہاں اس کا نقصان یہ ہوا تھا کہ پھر میں کسی کو اپنا دوست نہیں بنا پایا اور نہ ہی کسی نے مجھے بنانا چاہا۔"

وہ رکا، دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں ملایا اور پھر گہری سانس لیتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے ماتھے پر بکھرے بالوں کو پیچھے کیا۔ وہ جب بولا تھا تو اس کے لہجے میں دکھ کا تاثر نہیں تھا۔ ہاں مگر عجیب سی بے چینی اور بے قراری ضرور تھی۔

اس نے پھر بولنا شروع کیا۔ شاید اس نے طے کر لیا تھا کہ وہ آج سب کچھ بول دے گا۔ "جب میں لاہور گیا تھا تو میں نے کافی حد تک اپنے اس خوف پر قابو پا لیا تھا۔ جیسا کہ میں ہمیشہ کہتا ہوں آپ کو اپنے اندر کے خوف سے خود نکلنا ہوتا ہے۔ پھر وہ ایسے نکل کر دور چلے جاتا ہے جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔"

اس نے آسمان کی جانب چمکتے چاند کو دیکھا اور پھر بولا۔ "اس کی آنکھیں سب بتاتی تھی، اس کی آنکھوں کا راز مجھ پر واضح ہو گیا تھا۔"

"لیکن یہ حقیقت جان کر جتنی مجھے خوشی ہوئی تھی، ساتھ ہی اس خوف نے میرے ذہن کو پھر سے جکڑنا شروع کر دیا۔" اس کی مسکراہٹ سمٹی۔

"ایسے میں، میں کیسے اس کے پرپوزل کا جواب ہاں میں دیتا؟ وہ نیمل صالک تھی۔ سب سے اچھی۔ سب سے الگ۔ ایک اچھی پوتی، اچھی بیٹی، اچھی بہن اور ایک اچھی دوست بھی۔ وہ ایک اچھا پارٹنر deserve کرتی تھی۔ اپنے اس خوف میں، میں اپنے آپ کو اس کے قابل نہیں سمجھ رہا تھا۔ میں اسے اتنا چاہتا تھا اور

چاہتاہوں جتنا اس وقت نیمل بھی مجھے نہیں چاہتی ہو گی۔ لیکن میں نے پھر بھی اسے چھوڑ دیا۔ میں چاہتا تھاوہ بس خوش رہے۔ وہ میرے ساتھ نہ رہتی لیکن خوش رہتی میرے لیے اس وقت یہ زیادہ اہم تھا۔"

اس کی آواز دھیمی ہو گئی۔ عیاد نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

"میں نے اس سے جھوٹ کیوں بولا؟" ضارب نے مڑ کر عیاد کی جانب دیکھا۔ "اگر میں اس سے کہتا کہ میں بھی اسے چاہتاہوں لیکن اس سے شادی نہیں کر سکتا، اسے اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ میرے ساتھ خوش نہیں رہے گی تو کتنا احمقانہ لگتا؟ چلو اگر کہہ بھی دیتا تو میں جانتا تھاوہ کیا کرے گی وہ مجھ سے کچھ نہیں کہتی لیکن اپنی زندگی میں تو آگے بڑھ جاتی پر وہ پھر اپنی زندگی میں کسی اور کو نہ آنے دیتی۔ وہ خالو کی لاڈلی بیٹی تھی وہ ایسا کر بھی سکتی تھی۔ وہ کبھی بھی کسی چیز کے لیے نہیں لڑتی تھی۔ جو چیز اسے لگے کہ اس کی نہیں ہے وہ اسے چپ چاپ چھوڑ دیتی تھی۔ مگر وہ اپنی خاص چیزوں کو چھوڑنے کے بعد بھی بھول نہیں پاتی تھی۔ لیکن وہ ان چیزوں کو بھول جاتی تھی اور انہیں پھر پلٹ کر بھی نہیں دیکھتی تھی جو کسی اور کی ہو۔ اسی لیے میں نے جھوٹ بولا کہ میں کسی اور کے ساتھ کمیٹڈ ہوں۔" اس نے بینچ کے ساتھ ٹیک لگالی۔

"زندگی کی سب سے بڑی غلطی جو میں نے بنا سوچے سمجھے کی تھی۔ اور اپنا سب کچھ لاہور میں کھو دیا تھا۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں بڑبڑایا۔

"وقت اس کے بعد بے رحم ہو گیا تھا۔ ایک دن خبر آئی اس کی شادی ہونے والی ہے۔ دل میں کچھ ڈوبا تھا، پر جو کیا تھا اسے برداشت تو کرنا ہی تھا۔ اتنی جلدی وہ کسی اور کی ہو جائے گی، یہ نہیں سوچا تھا۔ لہذا دل نے اس کی خوشی پر خوش ہونے کی سعی کی تھی۔ پھر خبر آئی کہ اس کی طلاق ہو گئی۔ اس بار دل کو پہلے سے بھی زیادہ تکلیف ہوئی تھی۔ اور جب خالو کا انتقال ہوا تو دل پر گہرا بوجھ سا آ گیا تھا۔"

وہ سر کو بینچ سے ٹکائے، آنکھیں موندے بول رہا تھا۔

"وقت کے ساتھ میں اپنے اس خوف سے تو نکل گیا لیکن خود کا ہی نقصان کر بیٹھا تھا۔ بندہ بشر ہوں، جس فراخدلی سے اسے چھوڑ کر گیا تھا اب اتنے سالوں سے اس کا دوبارہ مل جانے کا منتظر ہوں۔"

آسمان پر درخشاں چاند اس کی نادانی پر اس سے خفا ہوا تھا۔

"ایسے تو نہیں مل جائے گی وہ تمہیں جاؤ اسے بتاؤ۔ میں حیران ہوں اتنے سالوں سے تم چپ کیسے بیٹھے ہو۔" اتنے سارے میں عیاد پہلی دفعہ بولا تھا۔

ضارب نے آنکھیں کھولیں اور اس کی جانب دیکھا۔ "کیا یہ تمہیں آسان لگتا ہے؟ وہ پہلے جیسی نیمل نہیں رہی۔ اس نے اپنے گرد ایک دائرہ بنالیا ہے جس کے آگے "Restricted Access" کا سائن بورڈ لگا ہوا ہے۔" اس نے شانے اچکائے تھے۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں چپ کر کے بیٹھنے والوں میں سے ہوں؟ میں صبر کر رہا ہوں اور اسے منانے کے بجائے کسی ایسے کو منا رہا ہوں جس کے پاس authority ہے، جس کے آگے کسی کی نہیں چلتی۔ اس بار میں جلدی نہیں کرنا چاہتا۔" عیاد کو اس کی بات کی قطعاً سمجھ نہیں آئی تھی۔ اس نے دوبارہ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔

"ویسے تمہیں اس سے محبت کب ہوئی تھی؟" عیاد کے لہجے میں تجسّس تھا۔

"یہ میں تمہیں کیوں بتاؤں گا؟" ضارب نے خوش مزاجی سے مسکراتے ہوئے الٹا سوال کیا تھا۔

عیاد مسکرایا تھا۔ ساتھ ہی اسے تپ بھی چڑھی تھی۔ "ٹھیک ہے۔ ایک دن یہ راز بھی تم مجھ پر افشاں کر ہی دو گے۔ تم ایلیٹ پولیس آفیسر ہو تو میں بھی تھراپسٹ ہوں۔" وہ سر اوپر نیچے ہلاتے ہوئے مسکرا کر بولا تھا۔

"تھراپسٹ صاحب میری اجازت کے بغیر تم مجھ سے کچھ نہیں اگلوا سکتے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔ اس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

ضارب بینچ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ساتھ ہی عیاد بھی اٹھا اور وہ دونوں پارک سے باہر جانے لگے۔ پیچھے جس بینچ پر وہ بیٹھے تھے وہاں اب مکمل خاموشی تھی۔ جو کبھی کبھار ایک بلی کی چیخ یا ہوا کے نرم جھونکوں میں پتوں کی سرسراہٹ سے ٹوٹتی تھی۔

ساتھ ہی پارک میں موجود تمام درختوں اور جھاڑیوں نے ضارب یزدان کا اندر تک جائزہ لے کر اسے محسوس کیا تھا اور ان کے جانے کے بعد آپس میں سرگوشی کی تھی کہ اس نے عیاد کو سب کچھ تو بتا دیا تھا لیکن سب سے اہم بات اس نے نہیں بتائی تھی۔ یہ اس نے جان بوجھ کر کیا تھا یا وہ بتانا بھول گیا تھا؟

✧✧✧✧✧✧✧✧✧✧

چھ سال پہلے

"سنیلہ صاحبہ!" دور سے آتی اپنے نام کی پکار پر سنیلہ نے مڑ کر دیکھا تو وہ تیز قدموں سے اس کی جانب ہی آ رہا تھا۔

"باخدا! کتنا تیز چلتی ہو تم" وہ اس کے پاس پہنچ کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بھاگنے کی وجہ سے ہانپتے ہوئے بولا۔

"تم آج کیسے تشریف لائے؟" سنیلہ ہاتھ میں پکڑی کتابوں کو سینے سے لگاتے ہوئے ظرافت سے بولی۔

"ویسے تو ایک دن کے وقفے سے آتے تھے۔ اب تمہارا باس تمہیں کچھ نہیں کہے گا؟ تمہارے کام کا حرج نہیں ہو گا؟"

"تم سے ملنا تھا تو آ گیا۔ جب بات تمہاری ہو تو میرے لیے ہر چیز کی اہمیت صفر ہو جاتی ہے۔" وہ سیدھا ہوا اور سانس بحال کرنے کی کوشش کرتے ہوئے، اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ایک ابرو اچکا کر لاپرواہی سے بولا۔

"آئندہ ایسے جملے بولنے سے قبل براہ کرم مجھے پیشگی اطلاع دے دینا۔" وہ خالصتاً خوش روئی سے بولی۔ وہ اس کے بولنے کے بعد کچھ دیر سکتے کے عالم میں ہی کھڑی رہ گئی تھی۔ "میں ایسے جملوں کی عادی نہیں ہوں۔ میرا دل اتنی زیادہ خوشی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"اچھا؟" وہ دلکشی سے مسکرایا تھا۔ "کوئی بات نہیں عادی ہو جاؤ گی۔"

"چلو، کیفے چلتے ہیں اتنا بھاگ کر تھک گیا ہوں۔ وہ بیچارگی سے بولا۔ سنیلہ مسکرائی اور سر اثبات میں ہلایا۔ پھر وہ دونوں کیفے کی جانب چل پڑے۔

"میں اصل میں تم سے ایک ضروری بات کرنے آیا تھا۔ لہٰذا میری بات کو تحمل سے سننا اور سمجھنا۔" کیفے کی کرسیوں پر براجمان ہوتے ہی وہ کولڈ رنک پینے کے بعد سنیلہ سے سنجیدگی سے مخاطب ہوا۔

سنیلہ نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔ "سب خیریت ہے؟" اس نے کبھی بھی اسے اتنا سنجیدہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ پریشان ہوئی تھی۔

"تم نے جو اپنے بابا کے آفیس کی لوکیشن بتائی تھی۔ وہ میں نے چیک کر لی ہے۔" اس نے سنجیدگی سے بولنا شروع کیا۔ "میں نے فیصلہ کر لیا ہے، آج میں ان سے ملنے جاؤ گا اور ہماری بات کرو گا۔ مجھے نہیں پتہ ان کا جواب کیا ہو گا لیکن میں پیچھے نہیں ہٹوں گا اور فکر مت کرو تمہارے بابا کی رضامندی سے ہی تمہیں اپناؤں گا۔ تمہیں بس یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرا ساتھ دینا تم ساتھ ہو گی تو مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہو گی۔"

اس نے اپنی بات کہہ کر ایک آس سے اس کی جانب دیکھا۔

"سنیلہ المیر اپنی زندگی تمہارے نام کر چکی ہے۔ کیا اس کے بعد بھی کسی یقین کی گنجائش ہے کہ میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گی؟" سنیلہ نے گہری سانس لی اور کچھ توقف کے بعد بولی۔

"مجھے لوگوں اور اپنی سوتیلی ماں کی پروا نہیں ہے لیکن میں چاہتی ہوں میرے بابا مجھے غلط نہ سمجھے۔ انہوں نے ویسے بھی ساری عمر مجھے اچھا نہیں سمجھا جو میری سوتیلی ماں میرے خلاف انہیں کہتی گئیں، وہ یقین کرتے گئے۔ وہ بس ایک بار میرے سر پر اپنا شفقت بھرا ہاتھ رکھ دے۔" اس کے لہجے میں دکھ امڈ آیا تھا۔

"صرف تمہارے لیے، میں تمہارے بابا کو مناؤں گا۔ اور انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا جیسا تم چاہتی ہو۔" ڈائری والے لڑکے نے اسے یقین دلایا تھا۔ سنیلہ نے مسکرا کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔

"اور ہاں، ایک اور بات ہے۔" سنیلہ نے نوٹ کیا وہ بولتے ہوئے ہچکچایا تھا۔

اب اس نے ایک فائل سنیلہ کی جانب بڑھائی۔ وہ جب آیا تھا تو اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی جس پر سنیلہ نے کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔

"یہ کیا ہے؟" سنیلہ نے فائل تھامتے ہوئے آنکھیں اچکا کر پوچھا تھا۔

"خود دیکھ لو۔" اس نے شانے اچکائے۔

سنیلہ نے فائل کھولی اور پڑھنا شروع کیا۔ جیسے جیسے وہ پڑھ رہی تھی اس کے تاثرات بدل رہے تھے۔ پہلے اس کے ماتھے پر بل آئے۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کے ہاتھ باقاعدہ کانپنے لگے۔

"یہ تم نے کیا، کیا؟" اس نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا جو سینے پر ہاتھ باندھے ریلیکس انداز میں بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسکے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔ ڈائری والے لڑکا کچھ نہ بولا۔

"تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟"

اب کے ڈائری والا لڑکا سیدھا ہوا اور بولا۔ "میں جو ہوں، تمہارے سامنے ہو۔ میرے پاس کوئی زمین جائیدادیں نہیں ہیں۔ ہاں ایک چھوٹا سا فلیٹ تھا جو میں اب تمہارے نام کر چکا ہوں۔ میں تمہیں سیفٹی دینا

چاہتا تھا۔ یہ میری جانب سے تمہارے لیے ایک تحفہ ہے۔ میں نے اپنی ایک قیمتی چیز اپنی دوسری قیمتی چیز کو دے دی۔ کیا فرق پڑتا ہے کہ یہ کس کے نام پر ہے۔ تمہارے نام پر ہو یا میرے نام پر ایک ہی بات ہے۔"

سنیلہ کچھ دیر حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھے گئی۔ پھر اس کے آنکھوں میں نمی چمکی تھی۔ اور پھر آنسو لڑیوں کی صورت میں لگاتار بہنے لگے۔

"ت۔ تم رو کیوں رہی ہو؟ مجھے معاف کر دوں اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پر پلیز ایسے رو تو مت۔" وہ یکدم گڑبڑا کر ایک ہی سانس میں بولا تھا۔

"مجھے رونے دو پلیز۔ آج تک یوں کبھی کسی نے مجھے کوئی تحفہ نہیں دیا۔"

وہ ہچکیوں سمیت نہیں رو رہی تھی۔ بس آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ جنہیں وہ روکنے کی کوشش بھی نہیں کر رہی تھی۔ وہ لڑکی جو کبھی کسی کے سامنے نہیں روئی تھی آج یہ پرواہ کیے بغیر کہ کیفے میں موجود لوگ اس کی طرف متوجہ ہونگے، بس روئے جا رہی تھی۔

"تم اگر مجھے پہلے مل جاتی تو میں آج تمہیں یوں رونے نہ دیتا۔" اس نے گہری سانس لی تھی اور دل میں سوچا تھا۔

"تم نے یہ مجھے دیا۔ تمہارے خلوص کی میں قدر کرتی ہوں۔ لیکن میں یہ نہیں رکھ سکتی۔ اور تم نے ہی کہا ہے نا کہ کسی کے بھی نام ہو کیا فرق پڑتا ہے۔" کچھ دیر کے بعد وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"میں ایک عام سی زندگی گزار رہا تھا۔ میری زندگی کا کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ لیکن جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو باخدا میں نے زندگی کو خوشی سے جینا شروع کر دیا ہے۔ یہ فیصلہ میں نے اچانک نہیں کیا، بلکہ تمہیں پروپوز کرنے کے بعد ہی کر لیا تھا۔ اور جو فیصلہ میں نے کر لیا سو کر لیا، اب میں خود بھی اسے نہیں بدل سکتا۔ یہ میں نے اپنی خوشی سے کیا ہے اور یقیناً میری خوشی میں ہی تمہارے خوشی ہو گی۔"

اس نے سنیلہ کو لاجواب کر دیا تھا۔ وہ کچھ نہ بول سکی۔ لیکن فی الحال اس نے پیپرز اپنے پاس رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔

وہ دونوں نہ جانتے تھے کہ آنے والا وقت ان کے لیے کیا تقدیر میں لکھے ہوئے ہے۔ آہ، وہ ایسی ہیر تھی جو اپنے رانجھا کے بغیر ہی مر گئی تھی۔ اس کے رانجھا کو زندہ رکھا گیا تھا تاکہ وہ اپنی ہیر کے بغیر روز بروز مسلسل مر سکے۔

اور پھر سچی محبتیں تو وہی ہوتی ہیں شاید، جن کی قسمت میں وصال نہیں لکھا ہوتا۔

✧✧✧✧✧✧✧✧✧✧

"کیا آپ کو کچھ کہنا ہے، ایجنٹ میشاء؟" ایجنٹ ایلا اپنے موبائل کی سکرین سامنے کیے اپنے ہونٹوں پر سرخ لپ اسٹک لگاتے ہوئے ایجنٹ میشاء سے مخاطب ہوئی۔

"نہیں تو۔" ایجنٹ میشاء یکدم گڑبڑائی تھی۔

"میں کب سے نوٹ کر رہی ہوں، آپ مجھے وقفے وقفے سے دیکھ رہی ہیں جیسے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" ایجنٹ ایلا موبائل کو پڑے رکھے لپ اسٹک کا ڈھکن بند کرتے ہوئے بولی۔ وہ نیوٹرل بیج رنگ کے کوٹ ڈریس میں ملبوس تھی۔

وہ دونوں ہیڈ کوارٹر کے میٹنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان دونوں کے علاوہ میٹنگ روم میں کوئی موجود نہیں تھا۔ وہ دونوں کیس کے بارے میں ڈسکس کر رہی تھیں اور ایجنٹ میشاء ساتھ ہی کچھ اہم پوائنٹس نوٹ پیڈ پر لکھ رہی تھی۔ گرے اور سفید دیواروں پر ماڈرن آرٹ کا ٹچ، سلیک ووڈن فرنیچر اور silver accents سے اس میٹنگ روم کو sophisticated look دیا گیا تھا۔ شیشے کی بڑی سی میز کے

ارد گرد سیاہ رنگ کی چمڑے کی کرسیوں سے میٹینگ روم کو پیشہ ورانہ احساس ملتا تھا۔ انہیں میں سے دو کرسیوں پر وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں۔

Silver accents خاص طور پر ان سجاوٹی عناصر کو کہتے ہیں جو سلور سے بنے ہوئے یا سلور کی فِنش والے ہوتے ہیں۔

"آپ کتنی پرفیکٹ ہیں، ایجنٹ ایلا۔ میں آپ سے متاثر ہوں۔ لائک آپ ایک قابل ایجنٹ ہیں۔ آپ کا ڈریسنگ سینس بھی کتنا اچھا ہے۔ آپ مجھے انسپائر کرتی ہیں۔ میں آپ کے جیسا بننا چاہتی ہوں۔" ایجنٹ میشاء اپنی تمام تر توجہ ایجنٹ ایلا کی جانب کرتے ہوئے ستائش سے بولی۔ ہاں یہ سچ تھا وہ ایجنٹ ایلا کے اس پر غصہ کرنے اسے فیئسٹی ایلا کہتی تھی لیکن وہ حقیقت میں اس کی شخصیت سے متاثر تھی۔

ایجنٹ ایلا گرن جھکا کر مسکرائی اور پھر اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔ "کسی سے متاثر ہونا اچھی بات ہے لیکن بلکل اس جیسا بننے کی کوشش کرنا، یہ غلط ہے۔"

"مطلب؟" ایجنٹ میشاء نے ناسمجھی سے پوچھا۔ وہ سانولے رنگ کی پرکشش نقوش کی حامل لڑکی تھی۔ بھورے ولف کٹ بال کندھوں سے تھوڑا نیچے تک آتے تھے۔ ایجنٹ میشاء اس وقت بلیک ٹراؤزر کے اوپر برانڈڈ بلیک ہوڈی میں ملبوس تھی جس پر نیون رنگوں سے "Relentless waterfalls" کا سلوگن لکھا ہوا تھا۔

"کیونکہ ہر انسان کی اپنی ایک خاص شخصیت، اپنی الگ صلاحیتیں، اور اپنی منفرد پہچان ہوتی ہے۔ اللہ نے ہر انسان کو ایک انوکھے رنگ میں ڈھالا ہے، ایک دوسرے سے مختلف بنایا ہے۔ پھر ہم کیوں کسی اور کی طرح بننے کی کوشش کرتے ہیں؟ ایسا کرنے سے آپ اپنی ترقی اور اپنی خود کی صلاحیت کو روک رہے ہوتے ہیں۔ ہونا ایسا چاہیے کہ جس شخص سے آپ متاثر ہو رہے ہیں اس سے سیکھیں، اس کی اچھی خصوصیات کو اپنائیں اور اسے اپنے اندر اپنے انداز میں شامل کریں۔ اس طرح، آپ خود کا بہتر ورژن بن

سکتے ہیں۔" ایجنٹ ایلا سنجیدگی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "مثال کے طور پر، فرض کریں کہ آپ ایک مشہور سوشل میڈیا influencer سے متاثر ہیں جو اپنی ویڈیوز میں جدید تخلیقی طریقے استعمال کرتا ہے۔ اگر آپ ان کے طریقوں کو اپنا کر انہیں ویڈیوز میں شامل کریں، تو یہ فائدے مند ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر آپ صرف ان کی ویڈیوز کی کاپی کرتے ہیں اور ان کی اسٹائل کو مکمل طور پر اپناتے ہیں، تو اس کا مطلب ہے آپ اپنی اصل تخلیقی صلاحیتوں کو ضائع کر رہے ہیں۔"

"لیکن میں اپنے انداز کو کیسے تلاش کر سکتی ہوں؟" ایجنٹ میشاء، ایجنٹ ایلا کی باتوں کو سمجھتے ہوئے بولی۔

"تجربہ کرو اور دیکھو تمہارے لیے کیا کام کرتا ہے۔ ہمیں ہمیشہ وہی کرنا چاہیے جو ہم کرنا چاہتے ہیں، جس سے ہمارا دل خوش ہو۔ کچھ نیا کرو۔ ٹیک رِسکس۔ اور ہاں ناکامی سے نہ ڈرو۔ ناکامی کامیابی کا ایک قدم ہے۔ اپنے غلطیوں کا تجزیہ کرو، ان سے سیکھو اور آگے بڑھو۔"

لیکن جب مجھے self doubt اور uncertainty کا سامنا ہو تو؟ ایجنٹ میشاء نے مزید وضاحت مانگی۔

Self doubt اور uncertainty یعنی اپنے آپ پر یقین نہ ہونا اور یہ واضح نہ ہونا کہ آپ کی کوششیں کامیاب ہوں گی یا نہیں۔

"یہی وہ جگہ ہے جب self awareness اور introspection آتی ہے۔" ایجنٹ ایلا بولی۔ "اپنے خیالات، جذبات، اور اقدار کو سمجھنے کے لیے وقت نکالو۔ اپنی صلاحیتوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کرو اور self awareness پر کام کرو۔ اس طرح، تم بہتر فیصلے کر سکو گی اور اپنے instincts پر اعتماد کر سکو گی۔"

Introspection یعنی اپنے خیالات، جذبات، اور تجربات کا گہرائی سے معائنہ کرنا۔

"بہت شکریہ، ایجنٹ ایلا۔ آپ ایک قابل ایجنٹ ہونے کے ساتھ ایک قابل mentor بھی ہیں۔" ایجنٹ میشاء خوشی سے بولی۔ اور وہ تھوڑا حیران بھی تھی کہ ایجنٹ ایلا نے آج بغیر غصہ کیے اسے سمجھایا تھا۔ "میں

آپ کی بات کو سمجھ رہی ہوں اگر ہر چیز کو ایک ہی رنگ میں رنگ دیا جاتا تو یہ دنیا کتنی بے رنگ اور بورنگ ہو جاتی۔ ہر رنگ کا اپنا حسن اور اپنی uniqueness ہے جو اسے خاص بناتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی یہ سوچ آتی ہے کہ میں کسی سے انسپائر ہو کر اس جیسا بن کر شاید اس کی طرح کامیاب ہو جاؤں۔"

"ہنہ، ہاں۔ کسی کی کامیابی کا راز ان کی اپنی محنت اور کوشش میں چھپا ہوتا ہے۔ ان کی کامیابی تمہاری کامیابی کی ضمانت نہیں بن سکتی۔ کامیابی تمہارے اپنے دل کی سننے اور اپنی راہ بنانے میں ہے۔" ایجنٹ ایلا نرم لہجے میں بولی۔

"آہ! یعنی اپنی uniqueness کو برقرار رکھتے ہوئے کسی کی خوبیوں سے سیکھنا زیادہ مفید ہے۔" ایجنٹ میشاء دھیرے سے بولی تھی۔

ایجنٹ ایلا نے اس کی بات پر مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا تھا اور پھر سامنے پڑے میز پر اپنے لیپ ٹاپ پر مصروف ہو گئی تھی۔

ایجنٹ میشاء جونیئر ایجنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت کچھ چیزیں سیکھ بھی رہی تھی۔ وہ اکثر کنفیوژن میں کسی بھی کام کو ٹھیک سے نہیں کر پاتی تھی۔ آج اس نے سیکھا تھا کہ اپنی uniqueness کو پہچاننا اور اس پر کام کرنا ہی اصل کامیابی کی راہ ہے۔ ہر انسان اپنی جگہ پر اہم ہے اور اپنی قدر پہچان کر ہی ہم دنیا میں بہترین کردار ادا کر سکتے ہیں۔

آپ کو ایسا ہونا چاہیے کہ لوگ آپ کو دیکھ کر آپ سے انسپائر ہوں نہ کہ آپ دوسروں کی تقلید کر کے ان کی مانند بننے کی کوشش کریں۔

ایک اور اہم بات ہمیشہ دوسروں کی چاہت بننا چاہیے، کسی کو اپنی چاہت نہیں بنانا چاہیے۔

✧✧✧✧✧✧✧✧✧✧

سات گھنٹوں بعد

"آہم، پھر آپ نے بتایا نہیں، آفیسر ضارب، کون تھی وہ؟" ایجنٹ نہیان شوخی سے گویا ہوا۔

وہ دونوں پولیس سٹیشن میں ضارب کے آفیس میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"کس کی بات کر رہے ہیں؟"

آفیسر ضارب کسی فائل کی ورق گردانی کرتے ہوئے، سرسری سا بولا۔

"وہی جس کی محبت نے آپ کو ہرا دیا تھا۔" وہ پھر سے شرارت آمیز لہجے میں بولا۔

"اچھا کیا ایسا ہے؟" ضارب ایک آنکھ سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

"جی، جی ایسا ہی ہے۔ اب بتائے نا، یہ curiosity مجھے چین سے جینے نہیں دے رہی۔" ایجنٹ نہیان ڈرامائی انداز میں بولا۔

ضارب اس کی خوب سمجھ رہا تھا۔

"ہاں، وہ وہی ہے جس کے میں نے جوتے کے تسمے باں دھے تھے، اس کے علاوہ کسی کے نہیں باندھ سکتا۔" وہ خود کو مصروف ظاہر کرتا ہوا لا پرواہی سے بولا۔

"واہ، واہ۔ کون ہے وہ؟" اس کی شرارت ہنوز قائم تھی۔

"کون"؟ ضارب اسے دیکھے بنا بولا۔

"وہی جس کے آپ نے جوتے کے تسمے باندھے تھے؟"

"اچھا۔ ہاں وہ وہی ہے جس کے لیے میں نے لیڈیز شاپنگ کی تھی، اس کے علاوہ کسی کے لیے نہیں کر سکتا۔"

"یا اللہ۔ آپ تو مجھے حیران کر رہے ہیں۔ مجھے سخت اختلاف ہے ان لوگوں سے جو آپ کو ڈیسنٹ پولیس آفیسر کہتے ہیں۔ چلیے بتا بھی دے اب کیوں suspense بڑھا رہے ہیں۔"

"کہہ تو رہا ہوں وہ وہی ہے جس کے لیے میں وہ سب کر سکتا ہوں، جو اس کے علاوہ کسی کے لیے نہیں کر سکتا۔"

"اس مخلوق کی کوئی پہچان تو ہو گی نا؟" ایجنٹ نہیان آنکھیں چھوٹی کیے، ابرو اٹھا کر بولا تھا۔

"بتایا تو ہے وہ وہی ہے جس کے میں نے جوتے کے تسمے باندھے تھے۔" ضارب یزدان اسے تنگ کر کے محظوظ ہو رہا تھا۔

"چکر دینا خوب جانتے ہیں آپ۔" وہ جل کر بولا۔

ضارب نے ہونٹ دبا کر مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کی تھی۔ شاید اس کے بعد وہ دوبارہ اس سے یہ سوال نہیں کرے گا۔

تھوڑی دیر بعد، میز پر موجود ضارب کے فون کی گھنٹی بجی تو اس نے گرین بٹن پر ٹچ کر کے اسپیکر او ون کیا تھا۔

"Sir, Agent Ella and Misha are currently missing".

اسپیکر سے ایک آواز ابھری تھی۔

"واٹ"؟

ضارب یکدم سیدھا ہوا تھا۔

ایجنٹ نہیان کے تاثرات بھی ایسے ہی تھے۔

زندگی کے کھٹن سفر میں حرزِ جاں کی تلاش بے کار ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اپنا حرزِ جاں خود بننا ہوتا ہے۔

جاری ہے

باقی آئندہ قسط میں

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

'اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آ جائے گی۔'

اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

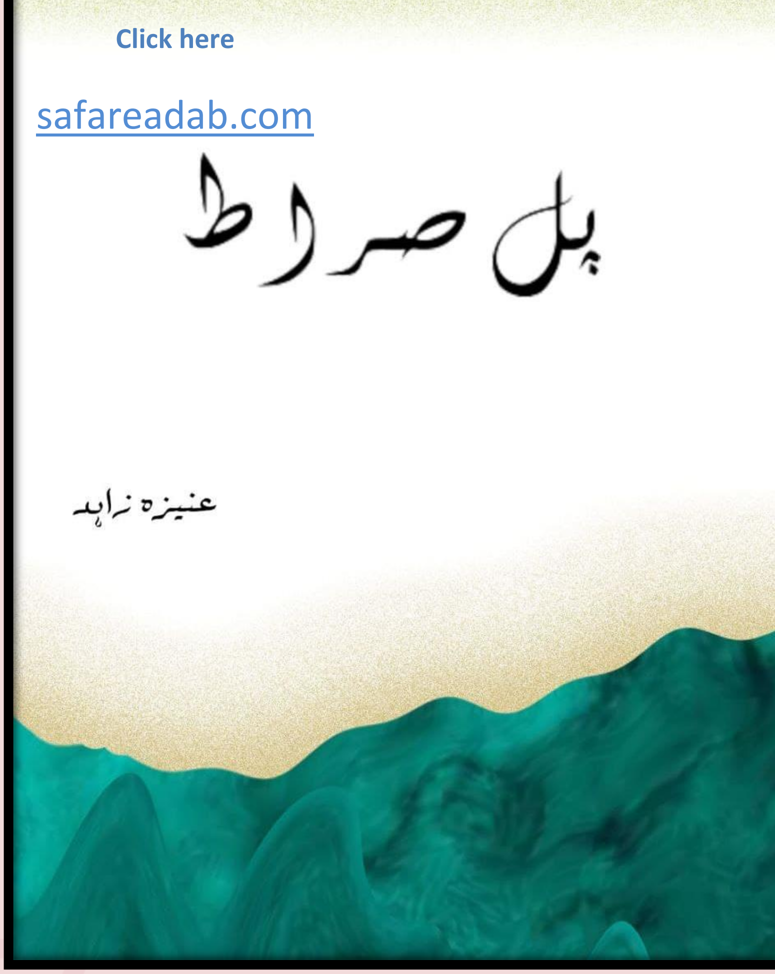

Click here
safareadab.com
ایمن خان
ابر اعتبار

"یہاں دستخط کرو غازہ! " کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بُری طرح کانپے تھے۔ وہ تو باآسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ! " سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"سچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ! اور یہ نیا ادھورا رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلیج! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمیٹڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلیج ارسلان! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلیج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔۔ اللہ۔۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِّ الٰہی تو اترتا نہیں۔۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے تو بچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پُر یقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ٹائپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئمہ۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ ور اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

Click here
safareadab.com
تطمئن القلوب
انوشہ آرزو

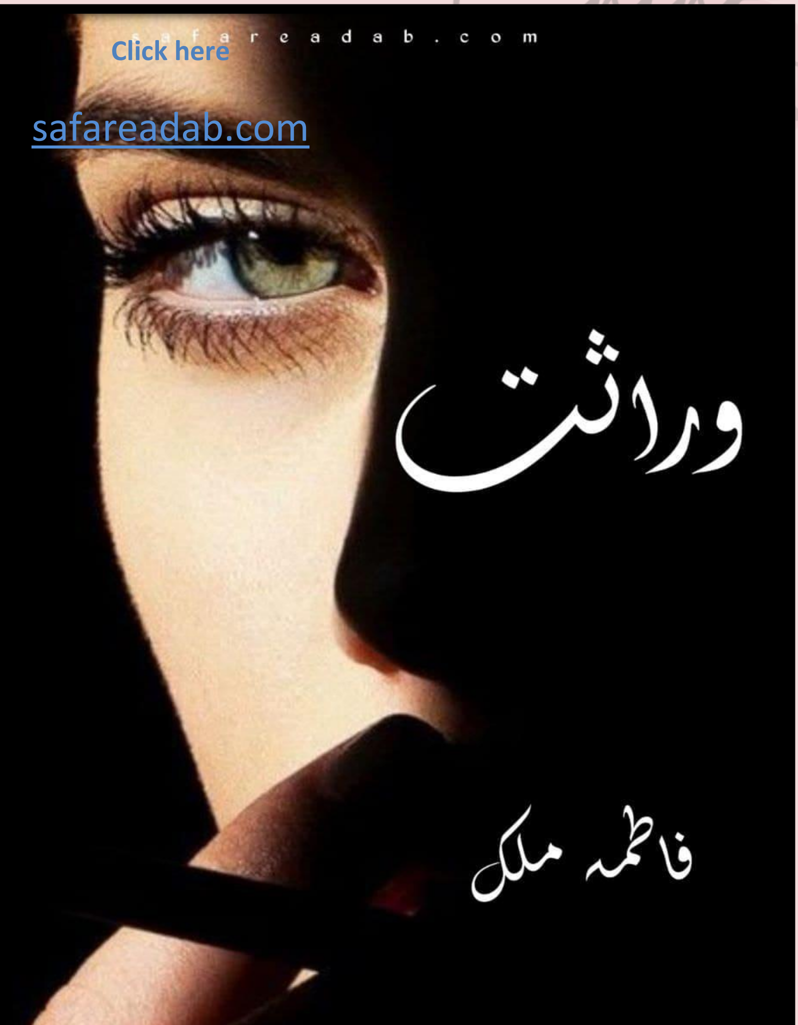

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زوردار تھپڑ مار دیا۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آ چکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہسبنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

ناول گوہرِ بے آب کی ایک جھلک

"ہاورڈ"

مریم نے سائن کر کے خاموشی سے فائل اس کی سمت بڑھاتے ٹیبل پر رکی۔ اور دوبارہ سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوئی۔

ایک منٹ دو منٹ تین منٹ۔۔۔۔ پورے چھ منٹ بعد جب اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو مریم نے اپنا ازلی پر سکون انداز اپنا کر سر اٹھایا۔

وہ ابھی تک وہی کھڑا تھا پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے پہلی بار نظریں اس کے صبیح چہرے پر جمائے۔

"آپ گئے نہی۔۔۔"

"شادی کرے گی مجھ سے۔"

آفس کی فضا میں سکوت چھا گیا۔ مریم کا وجود بے حس و حرکت رہا اس میں کوئی جنبش نہیں

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
گوہرِ بے آب
دانین خان

ہوئی لیکن آنکھوں کی پتلیاں اپنی سائز سے بڑی ہونے لگی۔ وہ اس کے جواب کا منتظر تھا۔

”کیوں۔“

اس کے لبوں سے یک لفظی جواب بے ساختگی میں نکلا۔

شاہ نواز نے دائیں جیب سے ہاتھ نکال کر کلائی میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھا اس کے پاس ٹائم کم تھا۔

”اگر میں کہوں کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں تو مان لے گی۔“

مریم نے نافہمی سے اسے دیکھا۔

”مجھ سے محبت کرتے ہو؟“

شاہ نواز خان نے اثبات میں سر ہلایا۔

”کیوں“۔

مریم حیرت کی کیفیت میں مبتلا ہوئی۔ شاہ نواز خان نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا مظاہرہ کیا کہ بھئی میں خود اس ”کیوں“ کا جواب نہیں جانتا۔

مریم کو لگا وہ مذاق کر رہا ہے۔ لیکن شاہ نواز خان کا اس کے ساتھ مذاق والا تعلق بنا کب تھا۔ وہ تو خود اس کے بارے میں سوچ رہی تھی یہ سوال تو اس کے کرنا والا تھا۔ لیکن پھر اپنے طلاق یافتہ ہونے کا سوچ کر رک جاتی۔ اب جب شاہ نواز نے پہل کی تو اس کیلئے مانو صدمہ ہی تو ہو گیا۔

”کیا کر سکتے ہو میرے لئے۔“

محبت میں تو لوگ چاند تاروں کی بات کرتے ہیں۔

”پتا نہیں۔“

شاہ نواز نے بے نیازی سے کہا۔ دل البتہ اندر ہی اندر محشر برپا کر چکا تھا۔ اگر اس نے نکار کر دیا تو۔

Qalam-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مریم نے امتحان لینا چاہا۔

”تم میرے ل ئے مر سکتے ہو۔“

”نہیں۔۔۔۔ میں آپ کیل ئے مروں گا نہیں میں آپ کیل ئے جیوں گا۔ اور آپ کیل ئے آپ کی زندگی کو جنت بناوں گا۔ مر کر تو آپ کو آنسو ہی دینے ہے۔ جبکہ وعدہ تو مسکراہٹ دینے کا کیا ہے۔“

مریم نے بے یقینی سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔ وہ ابھی تک ویسے ہی کھڑا تھا۔ ہاورڈ مریم۔

”تم بہت فلمی باتیں کر رہے ہو۔“

”میں فلمی باتیں نہیں کر رہا ہوں بس میری محبت آپ کو حقیقت میں نہیں ملے گی۔“

شاہ نواز نے کندھے اچکائے۔ ہاں حقیقت میں تو واقعی نہیں ملے گی۔ حقیقت میں تو لڑکے چاند توڑ کر لانے کی بات کرتے ہیں۔ اور اسے پتا ہی نہیں جس سے یہ محبت کرتا ہے اس کیل ئے کیا کر سکتا ہے۔ مریم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور شاہ نواز خان فائی ل لے کر ناامید لوٹ گیا۔

یوعان کے آفس سے آنے کا وقت تھا۔ جب مآرب کو جبین اعوان کی کال آئی ان کی آواز غصے کی زیادتی سے کانپ رہی تھی۔

”دس منٹ میں تم مجھے اپنے سامنے چاہی ئے ہو مآرب۔“

”موم میرا گھر پچیس منٹ دور آپ کے گھر سے۔ میں اڑ کر۔۔۔۔۔۔“

مآرب نے بحث کرنے کی غلط کر دی تھی۔ آگے سے ان کی چیخ نے اسے یوں بھوکھلایا کہ

موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے گرا۔

”تم اڑ کر آو یا رینگ کر مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں لیکن دس منٹ سے ایک منٹ اوپر ہوا تو میرا وہ روپ دیکھو گی تم کہ تمہاری روح کانپ اٹھے گی۔“

ان کا لہجہ نہایت سخت تھا۔ اور الفاظ خطرناک۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جا سکتی ہے۔

– ٹیم سفر ادب